مسلسل اشاعت کا تیئسواں سال

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل

اسلامی جمہوریہ پاکستان

E-mial : marifraza@hotmail.com
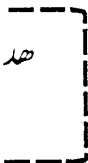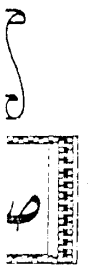
صاحبزادہ وجاہت رسول قادری

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

مشاورت

علامہ شاہ تراب الحق قادری
الحاج شفیع محمد قادری
علامہ ڈاکٹر حافظ عبدالباری
منظور حسین جیلانی
حاجی عبداللطیف قادری
ریاست رسول قادری
حاجی حنیف رضوی
کے. ایم. زاہد

تصحیح و ترتیب
حافظ محمد علی قادری

اشتہارات
سید محمد خالد قادری

کمپوزنگ
شیخ ذیشان احمد قادری

سرکولیشن
محمد فرحان الدین قادری

ھدیہ فی شمارہ =/15 روپیہ ، سالانہ =/150 روپیہ ، بیرونی ممالک =/10 ڈالر سالانہ ، لائف ممبر شپ =/300 ڈالر
نوٹ: رقم دستی یا بذریعہ منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارف رضا" ارسال کریں، چیک قابل قبول نہیں

25/ جاپان مینشن، ریگل چوک صدر، کراچی 74400، فون: 021-7725150
فیکس: 021-7732369، ای میل: marifraza@hotmail.com

(پبلشرز مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی۔آئی۔ چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی سے شائع کیا

آئینہ

اپنی بات

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

''آفتوں میں پھنس گئے ان کا سہارا چھوڑ کر''

قارئین کرام! اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے!

مَایَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ ط (البقرۃ،۲:۱۰۵)

''یعنی وہ جو کافر ہیں کتابی یا مشرک وہ نہیں چاہتے کہ تم پر کوئی بھلائی اترے تمہارے رب کے پاس سے'' (کنزالایمان)

گویا قرآن مجید واضح طور پر مسلمانوں کو متنبہ کر رہا ہے کہ گروہ یہود ونصاریٰ اور کفار ومشرکین میں سے کوئی فرد بھی مسلمانوں کا خیر خواہ نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں کے ساتھ ان کے سلوک اور کردار کا یہ پہلو انفرادی اور اجتماعی دونوں رخ رکھتا ہے۔ لہٰذا اس کے باوجود اگر کوئی مسلمان (فرد، جماعت یا حکمراں) ان کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر ان سے وداد ومحبت کے تعلقات رکھے گا تو وہ یقیناً دھوکہ کھائے گا۔

قارئین معظم ومحترم!

آج تمام دنیا کے مسلمانوں کو جو حالات درپیش ہیں اور عالمی سطح پر مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ذلت آمیز سلوک ہو رہا ہے وہ اسی انتباہِ خداوندی اور سنتِ خیرالانام علیہ التحیۃ والسلام سے روگردانی کا بیّن نتیجہ ہے۔ یاد ش بخیر! آج سے تقریباً ۱۰۰ سال قبل سلطنتِ اسلامیہ عثمانیہ ترکیہ کے زوال کے دور میں مسلمانوں کی یہی کچھ حالت تھی، صیہونی اور نصاریٰ قوتیں مسلمان ملکوں کو ایک ایک کر کے اپنے دام تزویر میں پھنسا رہی تھیں، مجددِ وقت، امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے مسلمانوں کو یہی فرمانِ الٰہی یاد دلایا تھا کہ کسی مشرک، کافر، یہود اور نصاریٰ سے تمہارا وداد ومحبت کا معاملہ جائز نہیں اور فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی سب سے عظیم دولت (اور طاقت) سید عالم ﷺ کی تعظیم ومحبت اور فرمانبرداری ہے اور اگر تم نے اس قیمتی متاع کو گم کر دیا تو ٹھوکریں کھاتے پھرو گے اور زمانے میں رسوا ہو گے۔ انہوں نے اپنے پیغام کی تشہیر کے لئے اپنے زمانے کے تمام وسائلِ ابلاغ حتی المقدور استعمال کئے کہ مسلمان خوابِ غفلت سے جاگ جائیں۔

مساجد ومدارس اور خانقاہوں سے اعلانات کروائے کہ اے رسول اللہ ﷺ کے بھولے بھالے امتیو! ہنود ونصاریٰ، اور کافر ومشرک کی دوستی سے منہ موڑو، نبی کریم رؤف رحیم ﷺ سے رشتہ جوڑو ورنہ:

''ٹھوکریں کھاتے پھروگے ان کے در پہ پڑ رہو''

تم اپنے اصل مرکز کی طرف واپس آ ؤ یعنی عشقِ رسول ﷺ کی روشنی سے اپنے دل کو اور اتباع سنت کے نور سے جسم و جان کو منور کرلو۔ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے ایک بہت بڑے طبقے کو اس محسن ملّت کی آواز نے خواب غفلت سے جگا دیا نتیجتاً مسلمانانِ ہند نے امام احمد رضا اور ان کے ہمنوا علماء کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ہندوؤں اور فرنگیوں (نصاریٰ) دونوں سے آزادی حاصل کی۔ دنیا کے نقشہ پر ایک مسلم ملک پاکستان کے نام سے ابھرا۔ بیسویں صدی عیسوی کا آغاز نیشنلزم یا وطن یا رنگ و نسل کی بنیاد پر آزاد مملکتیں قائم ہونے کا دور تھا۔ لیکن پاکستان واحد ملک تھا جو اسلام کے نام پر اور ''نظام مصطفی'' کے نفاذ کی خاطر وجود میں آیا۔ مگر وائے افسوس! قیام پاکستان کے بعد ارباب بست و کشاد نے اصل مقصد کو پسِ پشت ڈال دیا اور یہود و نصاریٰ کے نظام کو لبادہ بدل بدل کر یہاں نافذ کرنے کی کوشش کی گئی۔ کم و بیش یہی صورت حال دیگر تمام اسلامی ممالک کی ہے۔ اللہ مالک و خالق کے احکام اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے فرمان کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے اختراع شدہ نظامِ حیات کو نام بدل کر اپنا لیا گیا ہے۔ اللہ جل مجدہٗ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات سے بغاوت اور یہود و نصاریٰ کی دوستی اور ان سے وداد و محبت نے ہمیں ذلت و رسوائی کی اس آخری منزل پر لا کھڑا کیا ہے جہاں پورا عالم اسلام آج محاصرے کی حالت میں ہے۔ ''امریکہ عراق تنازع'' کی آڑ میں اس وقت پوری مسلم قوم کو یرغمال بنالیا گیا ہے۔ بری، بحری، فضائی حدود، ہر طرف سے مسلمانوں کا ملک نہیں بلکہ ہر شہر، ہر بندرگاہ، ہر فضائی اڈہ، ہر کھیت اور کھلیان، ہر فوجی اڈہ اور ہر کارخانہ ہر اسلحہ گھر اور بارود خانہ، غرض ہر اوٹ اور ہر کمین امریکی اور برطانوی میزائیل اور برق رفتار راکٹوں کی زد پر ہے۔ مسلمانوں پر ایسا برا وقت کبھی نہ آیا تھا۔ یہ ہم سب کے لئے ایک لمحۂ فکریہ ہے! ہم ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اپنا اپنا احتساب کریں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ؎

''آفتوں میں پھنس گئے ان کا سہارا چھوڑ کر''

ہم نے قرآنی تعلیمات کو ترک کردیا اور حامل قرآن آقا و مولیٰ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے منہ موڑ لیا، جس کے نتیجہ میں قعرِ مذلت کے انتہائی دہانے پر پہنچ گئے ہیں۔ ہماری یہ حالتِ زار، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ہم سے نہایت درجہ ناراضگی کی غماز ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم انفرادی طور پر اور من حیث القوم قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنے افکار، اعمال اور سیرت و کردار کی اصلاح کرلیں۔ ہم میں سے ہر ایک صدق دل سے تضرع اور عاجزی کے ساتھ توبہ کرلے اور سنت خیر الانام ﷺ اور احکام شریعت پر عمل پیرا ہونے اور اسی پر کاربند رہنے کا پختہ عزم کرے تاکہ اللہ رحمٰن و رحیم کی رحمت اور رحمت اللعالمین ﷺ کی نظرِ کرم ہماری طرف متوجہ ہو۔ ہمارے حکمراں، دین کی سمجھ حاصل کریں اور اور بین الاقوامی سطح پر فیصلہ کرتے وقت تدبر، عقلِ سلیم، حکمتِ عملی اور جرأت ایمانی سے کام لیں اور تمام مسلمان ممالک اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہود و نصاریٰ کے مقابلہ اور مشترکہ لائحہ عمل اپنائیں تاکہ اغیار کے دام تزویر میں گرفتار ہونے سے بچ سکیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے اور مسلمانانِ عالم پر عموماً، عراق، فلسطین اور کشمیر کے مظلوم مسلمانوں پر خصوصاً جو افتاد پڑی ہے اس سے انہیں نجات عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ ......

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیَاۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احکام القرآن

علامہ محمد جلال الدین قادری *

الحمدللّٰہ رب العالمین حمد الشاکرین والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل الخلائق المبعوث الیٰ الخلق کافۃ نبینا رحمۃ اللعالمین شفیعنا الیٰ رب العالمین سیدنا و مولٰنا محمد المصطفیٰ وعلی اٰلہ واصحابہ واولادہ وازواجہ وعترتہ وعلماء ملتہ اجمعین الیٰ یوم الدین.

اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم وعز شانہ العظیم اپنی ذات میں ،صفات میں ،افعال میں ،اسماء میں ،کمالات میں بے مثال ہے، اس کا کلام قرآن مجید بھی بے مثال ہے،قرآن مجید باقی تمام کتب منزلہ میں سے ممتاز ترین ہے،

یہ کتاب مبین دین اور دنیا کے تمام علوم کی جامع ہے، دنیاوعقبیٰ کی تمام بھلائیوں کی ضامن ہے،اس کتاب مجید میں ہر شئی کاعلم اور بیان ہے،خوداس کاارشاد کریم ہے:

وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طَٓئِرٍيَّطِيْرُ بِجَنَا حَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ط مَافَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ o

''اورنہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں،ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا پھر اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے'' (سورۃ الانعام،آیت-۳۸)

رب جلیل نے امین السمٰوٰات حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے اپنے محبوب،طالب ومطلوب،امین الارض السمٰوٰات ،حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ پر جو کتاب نازل فرمائی اس میں اپنے محبوب سے ارشاد فرمایا:

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ط وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ .

''اورجس دن ہم ہرگروہ میں ایک گروہ انہیں میں سے اٹھائیں گے کہ ان پر گواہی دے اوراے محبوب! تمہیں ان سب پر شاہد بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو'' (سورۃ النحل،آیت-۸۹)

کتاب عزیز،قرآن مجید،اولین وآخرین کے علوم اور اخبار کی جامع ہے،حضور سید الانبیاء ﷺ نے اس کی جامعیت میں ارشادفرمایا:

اَلَا اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ فَقُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، قَالَ! كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ نَبَأُ

مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ ...... الحديث (رواہ الترمذی عن علی کرم اللہ وجہہ الکریم، ج-۲:ص-۱۳۴)

''خبردار! عنقریب فتنے برپا ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) ان سے بچاؤ کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا کتاب اللہ، اس میں پہلو اور پچھلوں کی خبریں ہیں اور تمہارے لئے احکام''

یہ حقیقت نا قابل تردید ہے کہ قرآن مجید میں دینی و دنیوی تمام امور و مسائل کا حل موجود ہے، عبادات، معاملات، اخلاق، سیرت، معاشرت، معیشت، صنعت، حرفت، زراعت، سیاست، مملکت، تہذیب، تمدن، علوم، فنون، اشارات، اسرار اور دیگر بے شمار علوم کا منبع اور سرچشمہ ہے، گویا دین و دنیا کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کا حل قرآن مجید میں موجود نہ ہو، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں سرعام یہ فرمایا:

''تم لوگ جس چیز کو چاہو مجھ سے دریافت کرو میں تم کو اس چیز کا جواب کتاب اللہ سے دوں گا''

لوگوں نے سوال کیا:

''اس احرام والے کے لئے آپ کیا حکم فرماتے ہیں جو زنبور (بھڑ) کو مار ڈالے''

امام موصوف نے جواب میں ارشاد فرمایا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ وَمَا نَھٰکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَھُوۡا

''اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں، باز رہو'' (الحشر ۵۹:۷)

سفیان بن عیینہ بواسطۂ عبدالملک بن عمیر کے عن ربعی بن حراش عن حذیفہ بن الیمان نے مجھ سے حدیث بیان کی، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی آپ نے فرمایا ''اِقْتَدُوْ بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ'' اور ہم سے حدیث بیان کی سفیان نے عن مسعر بن کدام عن قیس بن مسلم عن طارق بن شہاب، اور طارق نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ: ''انہوں نے مُحْرِم کو زنبور (بھڑ) کے مار ڈالنے کا حکم دیا''

(الاتقان، جلد دوم، ص ۳۱۳)

نحو، تفسیر، علم اصول، علم الخطاب، اصول فقہ، علم الفروع الفقہ، تاریخ، قصص، خطابت، وعظ، تعبیر الرؤیا، علم الفقہ وعلم المیراث، مواقیت، معانی، بیان، بلاغت، اشارات، تصوف، طب، ہندسہ، جدل، جبر و مقابلہ نجوم، صنعت و حرفت اور دیگر متعدد علوم کے ماہرین نے قرآن مجید سے اپنے اپنے علوم وفنون اخذ کئے اور اپنے اپنے فن میں کثیر تصانیف فرمائیں۔

''قرآن مجید'' چونکہ کتاب ہدایت ہے، ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کچھ کرنے کو ارشاد فرمایا، بعض چیزوں سے منع فرمادیا، بعض اشیاء کے بارے میں اپنی رضا کا اظہار فرمایا اور بعض سے اپنی ناراضی بیان فرمائی، لہٰذا بندۂ مومن پر فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بصدق دل حتی الامکان بجالائے، ممنوعات سے رک جائے، اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیزوں کو حاصل کرے اور ناراضی سے بچے، اس لئے لازم ٹھہرا کہ ان احکام اوامر، نواہی، زواجر، ممدوح اور مذموم کو معلوم کرے، اگر چہ یہ تمام امور قرآن مجید میں بیان ہو چکے ہیں اور ان کی تفسیر، توضیح احادیث طیبہ میں موجود ہے مگر ہر بندۂ مومن ان سے براہ راست اخذ نہیں کر سکتا، اس کے لیے توفیق الٰہی کے ساتھ ساتھ اجتہاد اور تفقہ فی الدین درکار ہے جو ائمہ کرام اور مجتہدین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کو حاصل ہوا، امت مرحومہ کی سہولت کے لیے انہوں نے یہ مشکل حل فرمادی اور واجب العمل احکام کو قرآن مجید سے احادیث طیبہ کی روشنی میں استنباط فرمائے۔ (شکر اللہ سعیہم) ﴿باقی آئندہ﴾

(۲)

نیت خیر پر اجر

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خان رضوی (بریلی شریف)

۲- عن أنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه قال:
قال رسول الله ﷺ: نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهِ.
(فتاویٰ رضویہ ۲/۶۸۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے''

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''بے شک جو علمِ نیت جانتا ہے ایک ایک فعل کو اپنے لئے کئی کئی نیکیاں کر سکتا ہے۔ مثلاً، جب نماز کیلئے مسجد کو چلا اور صرف یہی قصد ہے کہ نماز پڑھوں گا تو بیشک اس کا یہ چلنا محمود، ہر قدم پر ایک نیکی لکھیں گے اور دوسرے پر گناہ محو کریں گے، مگر عالمِ نیت اس ایک فعل میں اتنی نیتیں کر سکتا ہے:

(۱) اصل مقصود یعنی نماز کو جاتا ہوں۔

(۲) خانۂ خدا کی زیارت کروں گا۔

(۳) شعارِ اسلام ظاہر کروں گا۔

(۴) داعی الی اللہ کی اجابت (قبول) کرتا ہوں۔

(۵) تحیۃ المسجد پڑھنے جاتا ہوں۔

(۶) مسجد سے خس وخاشاک وغیرہ دور کروں گا۔

(۷) اعتکاف کرنے جاتا ہوں کہ مذہب مفتی بہ پر اعتکاف کیلئے روزہ شرط نہیں۔ ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے، جب سے داخل ہو باہر آنے تک اعتکاف کی نیت کرے۔ انتظارِ نماز وادائے نماز کے ساتھ اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا۔

(۸) امرالٰہی ''خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ'' (اپنی زینت لو جب مسجد جاؤ) کے امتثال کو جاتا ہوں

(۹) جو وہاں علم والا ملے گا اس سے مسائل پوچھوں گا۔ دین کی باتیں سیکھوں گا۔

(۱۰) جاہلوں کو مسئلہ بتاؤں گا، دین سکھاؤں گا۔

(۱۱) جو علم میں میرے برابر ہوگا اس سے علم کی تکرار کروں گا۔

(۱۲) علماء کی زیارت۔

(۱۳) نیک مسلمان کا دیدار۔

(۱۴) دوستوں سے ملاقات۔

(۱۵) مسلمانوں سے میل۔

(۱۶) جو رشتہ دار ملیں گے ان سے بکشادہ پیشانی مل کر صلۂ رحمی

(۱۷) اہل اسلام کو سلام۔

(۱۸) مسلمانوں سے مصافحہ کروں گا۔

(۱۹) ان کے سلام کا جواب دوں گا۔

(۲۰) نماز با جماعت میں مسلمانوں کی برکتیں حاصل کروں گا

(۲۱-۲۲) مسجد میں جاتے نکلتے حضور سید عالم ﷺ پر سلام عرض کروں گا۔ بسم اللہ والحمدللہ والسلام علی رسول اللہ

(۲۳-۲۴) دخول وخروج میں حضور، آلِ حضور و ازواج حضور پر درود بھیجوں گا۔ اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی ال سیدنا محمد وعلی أزواج سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۲۵) بیمار کی مزاج پرسی کروں گا۔

(۲۶) اگر کوئی غم والا تعزیت کروں گا۔

(۲۷) جس مسلمان کو چھینک آئی اور اس نے ''الحمدللہ'' کہا اسے ''یرحمک اللہ'' کہوں گا۔

(۲۸-۲۹) ''امر بالمعروف ونھی عن المنکر'' کروں گا۔

(۳۰) نمازیوں کو وضو کا پانی دوں گا۔

(۳۱-۳۲) خود مؤذن ہے، یا مسجد میں کوئی مؤذن مقرر نہیں تو نیت کرے کہ اذان واقامت کہوں گا۔ اب یہ کہنے نہ پایا یا دوسرے نے کہہ دی تاہم اپنی نیت کا ثواب پاچکا ''فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ''

(۳۳) جو راہ بھولا ہوگا اسے راستہ بتاؤں گا۔

(۳۴) اندھے کی دستگیری کروں گا۔

(۳۵) جنازہ ملا تو نماز پڑھوں گا۔

(۳۶) موقع پایا تو ساتھ دفن تک جاؤں گا۔

(۳۷) دو مسلمانوں میں نزاع ہوئی تو حتی الوسع صلح کراؤں گا

(۳۸-۳۹) مسجد میں جاتے وقت داہنے اور نکلتے وقت بائیں پاؤں کی تقدیم سے اتباع سنت کروں گا۔

(۴۰) راہ میں جو لکھا ہوا کاغذ پاؤں گا اٹھا کر ادب سے رکھ دوں گا۔ ''الی غیر ذلک من نیات کثیرہ'' (اسی طرح دیگر نیکی کی نیتیں)

تو دیکھئے کہ جو ان ارادوں کے ساتھ گھر سے مسجد کو چلا صرف حسنۂ نماز کیلئے نہیں جاتا بلکہ ان چالیس حسنات کیلئے جاتا ہے تو گویا اس کا یہ چلنا چالیس طرف چلنا ہے اور ہر قدم چالیس قدم، پہلے اگر ایک نیکی تھا اب چالیس نیکیاں ہوگا۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۳/۶۸۲.....فتاویٰ رضویہ جدید، ۵/۶۷۵)

حوالہ جات

(۲) حلیۃ الاولیاء ۳/۲۵۵

☆ اتحاف السادۃ المتقین ۱۰/۱۵

☆ الفوائد للشوکانی ۲۵۰

☆ کشف الخفا للعجلونی، ۲/۴۳۸

☆ المعجم الکبیر للطبرانی ۶/۲۲۸

☆ تاریخ بغداد للخطیب ۹/۲۳۷

☆ الاسرار المرفوعہ لعلی القاری ۳۷۵

☆ الدرر المنتشر للسیوطی ۱۶۶

(جاری ہے)

☆☆☆

﴿گذشتہ سے پیوستہ﴾

تجلیات سیرت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ*

مبلغ اسلام علامہ سید سعادت علی قادری

اچھا انسان:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت، کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کیسے معلوم ہو کہ میں نے بھلائی کی ہے یا برائی؟ (میں اچھا انسان ہوں یا برا)

آپ نے فرمایا!

''جب تم اپنے پڑوسی کو کہتے سنو، کہ تم نے بھلائی کی ہے تو واقعی تم نے بھلائی کی ہے اور جب تم اپنے پڑوسی کو کہتے سنو، کہ تم نے برائی کی ہے تو واقعی تم نے برائی کی ہے۔'' (ابن ماجہ)

انسان کا اچھا ہونا، یا برا ہونا کس قدر اہم ہے یہ سب جانتے ہیں اچھے انسان کی ہر کوئی عزت کرتا اور اس پر اعتماد کرتا ہے بلکہ برے انسان سے معاشرے کا ہر فرد نفرت کرتا ہے اور اس سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس شخص کی امانت و دیانت اور خوش اخلاقی مشہور ہو، اس سے لوگ معاملات کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور جو شخص بدکرداری میں مشہور ہو اس سے ہر شخص کسی بھی قسم کا معاملہ کرنے سے کتراتا اور بچتا ہے۔ انسان کا ایسا اہم کردار، پڑوسیوں کے سپرد کر دیا گیا کہ جس کو پڑوسیوں نے اچھا کہہ دیا وہ اچھا قرار پایا اور جس کو پڑوسیوں نے برا کہہ دیا وہ برا ہو گیا۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد، انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے کہ لوگ کسی کے کردار کا پتہ چلانے کے لئے اس کے پڑوسیوں سے تحقیقات کرتے ہیں ہمارا ذاتی تجربہ ہے کہ ایک عورت ہمارے گھر آئی اور کہنے لگی، کہ آپ کے برابر کے گھر میں ایک لڑکی ہے جس سے میں اپنے لڑکے کا رشتہ کرنا چاہتی ہوں، کیا آپ مجھے اس لڑکی اور اس کے گھر والوں کے متعلق بتا سکتے ہیں کہ یہ لوگ کیسے ہیں گویا وہ عورت یہ یقین رکھتی تھی کہ ایک شخص کا حال بتانے کے لئے اس کے پڑوسی سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا۔ پس معاشرے میں مقام حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی پڑوس میں اچھا مقام پیدا کرے، جس کا ذریعہ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور ان کا حق ادا کرنا ہے۔ اسی لئے میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور انہیں تکلیف نہ دینے کو ایمان کی علامت قرار دیتے ہیں۔

عورتوں کی ذمہ داری:

پڑوسیوں کے معاملہ میں زیادہ ذمہ داری، عورتوں پر

ہے، کیونکہ اکثر پڑوس میں میل جول یا اختلاف کا ذریعہ عورتیں ہی بنتی ہیں، کہ مرد تو اپنی معاشی مصروفیات کے سبب سارا دن گھر سے باہر رہتے ہیں محلّہ میں عورتیں ہی ایک دوسرے سے ملتی جلتی رہتی ہیں، انہی کو پتہ ہوتا ہے کہ کون پڑوسی کیسا ہے؟ مردوں سے وہ جس کی تعریف کرتی ہیں، اسی سے ان کا میل جول ہو جاتا ہے اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ کوئی عورت اپنے مرد کو کسی پڑوسی کے خلاف بھڑکا دیتی ہے تو سر پھٹول تک کی نوبت آ جاتی ہے اسی لئے میرے آقا ﷺ نے اس عورت کو جنتی قرار دیا جو اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ کسی نے نبی مکرم ﷺ کو بتایا کہ فلاں عورت کا بہت نمازیں پڑھنے روزے رکھنے اور صدقہ وخیرات کرنے کا چرچا ہے لیکن وہ اپنی بدزبانی سے اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچاتی ہے آپ نے فرمایا ''ھی فی النار'' وہ جہنمی ہے اس شخص نے عرض کیا کہ، یارسول اللہ ﷺ! فلاں عورت، کم روزے رکھنے، کم صدقہ وخیرات کرنے اور کم نمازیں پڑھنے میں مشہور ہے وہ تو بس پنیر کے ٹکڑے ہی خیرات کرتی ہے لیکن کبھی اپنی زبان سے اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں پہنچاتی۔ آپ نے فرمایا ''ھی فی الجنته'' وہ جنتی ہے۔

نبی مکرم ﷺ خاص طور پر عورتوں کو خطاب فرماتے ہیں! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا:

"یا نساء المسلمات لاتحقرن جارة
لجارتها ولو فرسن شاة"

''اے مسلمان عورتو! اپنی پڑوسن کے لئے کوئی چیز حقیر نہ سمجھو، اگرچہ وہ بکری کا ایک کھر ہی ہو۔'' (بخاری شریف)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

یا اباذر اذا طبخت مرقة
فاکثر ماءها وتعاهد جیرانک

''اے ابوذر! جب تم شوربا پکاؤ، تو اس میں پانی زیادہ کر دیا کرو، اور اپنے پڑوسیوں کا خیال کرو'' (مسلم شریف)

خراب پڑوسی:

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پڑوسی کے ساتھ کتنا ہی برتاؤ کیا جائے لیکن وہ پریشان کرتا اور ستاتا ہی رہتا ہے، کیونکہ لوگوں میں فطرتاً دوسروں کو ستانے اور تکلیف پہنچانے کی عا ہوتی ہے، ایسی صورت میں اچھی تدبیروں سے اپنے آپ کو ا ایذا رسانی سے بچانے کی کوشش کرنا چاہیے کہ برائی کا بدلہ سے اگر دیا جائے تو برائی ختم نہیں ہوتی بلکہ اور زیادہ ہوتی ہے، پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سے اچھے نتیجہ کی توقع کی جا ہے کہ اگر اس میں تھوڑی بھی انسانیت اور شرافت ہو تو وہ ضرو حرکتوں پر نادم وشرمندہ ہو کر ان سے باز آ جائے گا لیکن اگر و سلوک کے باوجود بھی اپنی ایذارسانی سے باز نہ آئے تو میر ﷺ کا تعلیم کردہ طریقہ اپنانا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا، کہ نبی مکرم ﷺ خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اپنے پڑوسی کی شکایت ک ہوئے عرض کرنے لگا، یارسول اللہ! ﷺ میں تو اس کے ہمیشہ اچھا برتاؤ کرتا ہوں، لیکن وہ مجھے ستاتا اور پریشان کر ہے، اس صورت میں مجھے اس کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے نے فرمایا ''اذھب فاصبر'' جاؤ صبر کرو، یعنی تم اپنا طریقہ اس کے ساتھ نیکی ہی کرتے رہو اور اس کی تکالیف پر صبر ک شخص چلا گیا لیکن چند دن بعد پھر حاضر ہو کر اس نے شکای

آپ نے فرمایا:

اذھب فاطرح متاعک فی الطریق

''جاؤ، اپنا سامان گھر سے نکال کر راستہ میں ڈال دو''

اس نے ایسا ہی کیا لوگوں نے جب سامان باہر پڑا دیکھا تو اس کے گرد جمع ہوگئے اور اس کا حال معلوم کرنے لگے، چونکہ سب جانتے تھے کہ یہ شخص اچھا ہے لہٰذا جب اس نے اپنے پڑوسی کی حرکتیں بیان کیں تو سب اُسے لعنت ملامت کرنے اور شرمندہ کرنے لگے، آخرکار وہ بڑا ہی نادم ہوا اور اس شخص سے معافی مانگتے ہوئے کہنے لگا:

ارجع لا تری منی شیئا تکرھک

''تم اپنے گھر واپس چلو، آئندہ تمہیں مجھ سے کوئی تکلیف نہ ہوگی''

یہ شخص گھر واپس آگیا اور خراب پڑوسی ہمیشہ کے لئے ٹھیک ہوگیا۔

حسنِ تدبیر اور حسنِ اخلاق ہی اخلاقی مریض کے لئے صحت بخش علاج ہے، مُعلّمِ اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ اخلاق ہی تھے کہ آپ کے سامنے بڑے بڑے سرکشوں نے سرِ تسلیم خم کردیئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی اسی خوبی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص

''تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر آپ تندمزاج اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہوجاتے''

(پ۴، آل عمران، ۱۵۹)

☆☆☆

هدیۂ تبریک

پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی صاحب کو پاکستان کی پہلی ''جامعہ اردو'' کا پہلا وائس چانسلر مقرر کئے جانے پر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے سرپرست اعلیٰ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، صدر ادارہ، صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری اور اراکین مجلس عاملہ، دل کی گہرائیوں سے ھدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ پیرزادہ قاسم رضا صدیقی صاحب فیزیالوجی کے اسکالر ہونے کے علاوہ ملک کے معرف ادیب وشعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ واضح ہو کہ آپ امام احمد رضا کانفرنس میں متعدد بار بحیثیت مقالہ نگار، مہمان خصوصی شرکت کرچکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ موصوف کو نیا منصب مبارک فرمائے اور ساتھ ہی نئی ذمہ داریاں احسن طریقہ سے نبھانے کی توفیق اور وسائل عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

معارف القلوب

اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَآء
مع شرح
ذَیْلُ الْمُدَّعَا لِاَحْسَنِ الْوِعَآء

آداب وفضائل دعا

مصنف: رئیس المتکلمین علامہ نقی علی خان علیہ الرحمۃ
شارح: امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ

کچھ کتاب کے بارے میں:

دعا کے لغوی معنی پکارنے کے ہیں۔ لیکن شرعی اصطلاح میں اللہ تبارک کے حضور اس کے کرم کی امید پر عاجزی اور تضرع کے ساتھ سوال اور التجا کو دعا کہتے ہیں، ایسا سوال جس میں خیر کی طلب ہو، اور مکروہ وقبیح امر کے دفع کی درخواست ہو۔

دعا عبادت کا مغز اور بندۂ عاجز اور اس کے رب تعالیٰ کے درمیان رابطہ اور اس کی معرفت کا بہترین ذریعہ ہے۔ بعض اللہ کے بندوں کو یہ شکایت رہتی ہے کہ کثرت سے دعا مانگنے کے باوجود بارگاہِ الٰہی میں ان کی رسائی اور ان کی دعاؤں کی قبولیت کے اثرات ظاہر نہیں ہوتے، آخر کیوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر عمل کے شروع کرنے سے پہلے نیک نیتی کے ساتھ ساتھ اس کے آداب اور خصوصیات کا جاننا بھی ضروری ہے۔ جب کوئی عمل اس کے متعلقہ نظم وضبط کے ساتھ شروع کیا جائے اور اس کے اچھے برے عواقب بھی عامل کے پیشِ نظر ہوں تو اس کا انجام بخیر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ومالک ہے۔ اس کے دربارِ عالی میں حاضری اور اس کے حضور التجا اور دعا کے بھی آداب ہیں، سلیقہ ہے اور قبولیتِ التجاء کے محل وموقع ہیں۔ کتابِ الٰہی، قرآن مجید نے دعا کے آداب وفضائل اور اس کی اجابت یعنی قبولیت کے مواقع و[illegible] اور وسائل سے ہمیں آگاہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ مجیب الدعوات [illegible] وسیلۂ عظمیٰ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے جانثار اور عشاق [illegible] کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس بارے میں عملاً رہنمائی فرمائی ا[illegible] کی تربیت کی۔ چنانچہ عشاقِ مصطفیٰ ﷺ اس دورِ ہمایوں می[illegible] بعد کے ادوار میں بھی سنتِ رسول پر عمل پیرا ہو کر مستجاب الدع[illegible] اور مقربِ بارگاہِ الٰہی ہوئے۔

رئیس المتکلمین، امام الاتقیا، مجاہد تحریک آزادی[illegible] مولانا، مفتی نقی علی خاں حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی قد[illegible] العزیز کی اس موضوع پر مشہور ومعروف تصنیف ''احسن ا[illegible] لآدابِ الدعاء'' ہے جس پر مصنف کے نامور فرزند امام ا[illegible] خاں حنفی قادری محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے '' [illegible] المدعا لاحسن الوعاء'' کے عنوان سے شرح بھی لکھی ہے۔ ا[illegible] قرآن کریم اور احادیث کریمہ سے دعا کے آداب وفضائل [illegible] دلنشین انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب عوام وخوا[illegible] کیلئے نہایت مفید ہے چونکہ اس کا طرزِ تحریر اور زبان قدیم تھی [illegible] لئے اس کو تسہیل وتشریح کے ساتھ پیش کرنا مناسب خیال کی[illegible]

ادارہ، فا[illegible]
کا مضمون
کی تسہیل
شرح کے
کی تخریج
سے مصنف
حواشی قد
ہے۔ فج
مزید یہ کہ
(۱)
کی گئی ہے
(۲)
صورت میں
(۳)
خاص خیال
عمل کرنا)
(۴)
ویسے ہی بر
کیا گیا ہے
ہے۔ البتہ
تسہیل کی
بہرحال تما
وہ ادارہ کو
(۵)

ادارہ، فاضل نوجوان مولانا عبدالمصطفیٰ رضا عطاری حفظہ اللہ تعالیٰ کا ممنون ہے کہ انہوں نے قاری کی تفہیم کے لئے ''احسن الوعا'' کی تسہیل کی ہے۔ مشکل مقامات پر اصل کتاب کی عبارات اور شرح کے متن کی تسہیل کے ساتھ جہاں ضرورت پڑی وہاں مآخذ کی تخریج کی گئی ہے اور حاشیہ بھی چڑھایا گیا ہے۔ چونکہ پہلے ہی سے مصنف اور شارح علیہما الرحمہ کے حواشی موجود تھے چنانچہ ان حواشی قدیمہ اور جدیدہ میں قوسین کے ذریعے امتیاز قائم رکھا گیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

مزید یہ کہ:

(۱) تمام عربی عبارات کی حاشیہ میں سلیس اردو میں ترجمانی کی گئی ہے۔

(۲) اکثر فارسی اور عربی اشعار کی ترجمانی اردو اشعار کی صورت میں کی گئی ہے۔

(۳) جدید انداز میں پیرا بندی، فل اسٹاپ، کومہ وغیرہ کا خاص خیال رکھا گیا ہے تاکہ عام قاری کیلئے متن کا سمجھنا (پھر اس پر عمل کرنا) آسان تر ہو جائے۔

(۴) اہم بات یہ ہے کہ کتاب کی یا شارح کی اصل عبارت کو ویسے ہی برقرار رکھا گیا ہے، تسہیل کی غرض سے اُمیں کوئی تغیر نہیں کیا گیا ہے۔ جو کچھ کاوش کی گئی ہے وہ حواشی کی صورت میں کی گئی ہے۔ البتہ حواشیٔ قدیمہ میں کہیں بلالین (   ) میں عبارت کی تسہیل کی گئی ہے کہ حاشیہ پر حاشیہ چڑھانا ایک امر دقیق ہے۔ بہرحال تمام احتیاط کے باوجود اگر کوئی فروگذاشت کسی کو نظر آئے تو وہ ادارہ کو ضرور مطلع کرے۔ ادارہ ممنون ہوگا۔

(۵) اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے اقوال کو ''قولِ رضا'' لکھ کر ﴿قوسین﴾ میں لکھا گیا۔

یہ کتاب دس فصول پر مبنی ہے آخر میں ایک ''تذییل'' اور ایک ''خاتمہ'' ہے۔ ہم نے قارئین کے استفادہ کے لئے ''احسن الوعا'' سے دعا کے آداب وفضائل، قسط وار ہر ماہ شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ معارف کے قاری اس مقالے سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے اراکینِ ادارہ کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

فصل اوّل

فضائل دعا میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ السَّمِيْعِ الْقَرِيْبِ الْمُجِيْدِ الْمُجِيْبِ قَرِيْبٌ رَّبُّنَا فَنُنَا جِيْهِ لَابَعِيْدٌ فَنُنَادِيْهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّجِيِّ النَّجِيْبِ الْمُنَاجِى الْحَبِيْبِ الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ الدَّاعِىْ اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهِ السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ وَعَلٰى اٰلِهِ الْكِرَامِ وَصَحْبِهِ الْعِظَامِ الدَّاعِيْنَ رَبَّهُمْ وَالنَّاسِ نِيَامٌ وَّاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِمَامُ الدَّعَاةِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.(۱)

آمين يارب العلمين ط

﴿قولِ رضا: فضائل دعا میں احادیث بکثرت ہیں۔ دس اس فصل میں مذکور ہوں گی۔ آئندہ بھی ضمن کلام میں بہت احادیث آئیں گی۔ واللہ الموفق﴾

قال اللہ عزوجل: (اللہ عزوجل فرماتا ہے)

اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا (۲)

''دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی، جب وہ مجھے پکارے''

اور فرماتا ہے:

اُدْعُوْنِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ ۔(۳)

''مجھ سے دعا کرو، میں قبول کروں گا''

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ٥ (۴)

''بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہوکر'' (یہاں عبادت سے مراد دعا ہے)

﴿قول رضا: اور فرماتا ہے: فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَ هُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰکِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ (۵)﴾

''تو کیوں نہ ہوا جب آئی تھی ان پر ہماری طرف سے سختی تو گڑگڑائے ہوئے ہوتے لیکن سخت ہوگئے ہیں دل ان کے'' (اس آیت سے ترکِ دعا پر تہدید شدید نکلی'' (۶)

حدیث 1: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

''میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں''

یعنی وہ جیسا گمان مجھ سے رکھتا ہے میں اس سے ویسا ہی کرتا ہوں۔ وَاَنَا مَعَهٗ (اِذَا دَعَانِیْ) ''اور میں اس کے ساتھ ہوں، جب مجھ سے دعا کرے''

﴿قولِ رضاء: یہ حدیث بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابن ماجہ رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت کی﴾

اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالیٰ کا علم وقدرت سے ساتھ ہونا تو ہر شیئے کے لئے ہے۔ یہ خاص معیتِ کرم ورحمت ہے، جو دعا کرنے والے کو ملتی ہے۔ اس سے زیادہ کیا دولت ونعمت ہوگی کہ بندہ اپنے مولیٰ کی معیت سے مشرف ہو۔ ہزار حاجت روائیاں اس پر نثار اور لاکھ مقصد ومراد اس کے تصدق۔

حدیث 2: فرماتے ہیں ﷺ:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز دعا سے بزرگ تر نہیں''

﴿قولِ رضاء: اسے ترمذی وابن ماجہ وابن حبان وحاکم نے انہی صحابی سے روایت کیا﴾ (۷)

حدیث 3: نبی ﷺ اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں

''اے فرزند آدم! تو جب تک مجھ سے دعا کرتا اور میرا امیدوار رہے گا، میں تیرے گناہ کیسے ہی ہوں، معاف فرماتا رہوں گا اور مجھے کچھ پرواہ نہیں''

﴿قولِ رضاء: رواہ الترمذی عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ﴾

حواشی

(۱) ترجمۂ خطبہ:- یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا خطبہ ہے انہوں نے کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے:

''سب خوبیاں اللہ کو جو سننے والا، اپنے بندوں سے نزدیک، بزرگی والا، اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول فرمانے والا، ہمارا پروردگار نزدیک ہے کہ اس نے آہستہ کہیں نہ دور کہ اس کو پکاریں اور رحمت اور سلامتی اس پر جو نجات دلانے والے، عمدہ نسب والا، اپنے رب کے حضور مناجات کرنے والے، حبیب پروردگار، خوشخبری دینے والا، ڈر سنانے والا، اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اسی کی اجازت سے چمکا دینے والا آفتاب اور اس کی معزز آل اور عظمت والے صحابہ پر جو اپنے رب عزوجل سے دعائیں مانگتے ہیں جبکہ لوگ خوابِ غفلت میں سوئے ہوتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ اللہ عزوجل کے بندے اور رسول، تمام دعا کرنے والوں کے امام ہیں۔ قیامت تک اللہ عزوجل ان پر اور ان کے آل اصحاب پر رحمت نازل فرمائے۔ آمین''

(۲) سورۃ بقرہ: ۱۸۶ (۳) سورۃ المؤمن: ۶۰

(۴) سورۃ المؤمن: ۶۰ (۵) الانعام: ۴۳

(۶) یعنی ترکِ دعا پر شدید خوف دلایا جارہا ہے۔

(۷) یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ﴿باقی آئندہ﴾

اسلام اور جدید سائنس

مولانا جمیل احمد قادری *

تاجدارِ کائنات ﷺ کی بعثت سے تاریخِ انسانیت میں علم وفن، فکر وفلسفہ، سائنس وٹیکنالوجی اور ثقافت کے نئے اسالیب کا آغاز ہوا، اور دنیا علمی اور ثقافتی حوالے سے ایک نئے دور میں داخل ہوئی۔ آپ ﷺ پر نازل ہونے والے صحیفۂ انقلاب نے انسانیت کو مذہبی حقائق سمجھنے کے لئے تعقل وتدبر اور تفکر وتعمق کی دعوت دی۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ "تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے"

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ "وہ غور وفکر کیوں نہیں کرتے"

جیسے الفاظ کے ذریعے اللہ رب العزت نے اپنے کلام برحق میں بار بار عقلِ انسانی کو جھنجھوڑا اور انسانی وکائناتی حقائق اور آفاقی نظام کو سمجھنے کی طرف متوجہ کیا۔ اس طرح مذہب اور فلسفہ وسائنس کی غیریت بلکہ تضاد وتصادم کو ختم کر کے انسانی علم وفکر کو جدت اور ترقی کی راہ پر گامزن کردیا۔

تاجدارِ دوعالم، رحمت ﷺ کے اس احسان کا بدلہ انسانیت رہتی دنیا تک نہیں چکا سکتی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج تک دنیا میں جس قدر علمی وفکری اور ثقافتی اور سائنسی ترقی ہوئی یا ہوگی وہ سب دین اسلام کے پیغام اور اصولوں کی مرہون منت ہے اور رہے گی، جس کے ذریعے علم وفکر اور تحقیق اور جستجو کے نئے در وا ہوئے۔

مُعلّمِ انسانیت ﷺ کے بعثت سے قبل دنیا میں علم، فلسفہ اور سائنس کی ترقی کا جو بھی معیار تھا اس کی بنیاد سقراط (Socrales)، افلاطون (Plato) اور ارسطو (Aristotle) کے دیئے گئے نظریات پر تھی۔ آمدِ دینِ مصطفیٰ ﷺ سے قبل یونان (Greece) اور اسکندریہ (Alexandra) کی سرزمین علم کی سرپرستی کررہی تھیں۔

ان مخصوص خطہ ہائے زمین کے علاوہ دنیا کا بیشتر حصہ جہالت کی تاریکی میں گم تھا۔ سرزمینِ عرب کا بھی یہی حال تھا، جہاں کے لوگ اپنی جہالت اور جاہلیت پر فخر کرتے تھے۔ قدیم یونان، اسکندریہ اور روما (اٹلی) میں علم اور تمدن کی ترقی کا کوئی فائدہ اہل عرب کو اس لئے نہ تھا کہ ان کے مابین زبانوں کا بہت فرق تھا۔ تاہم جاہل عرب میں بعض علوم فنون کا اپنا رواج اور ماحول تھا، مختلف علمی وادبی میدانوں میں عربوں کا اپنا مخصوص ذوق اور اس اظہار کا اپنا ایک مخصوص انداز ضرور تھا۔

ایسے حالات میں قرآنِ مجید کی پہلی نازل شدہ آیت مقدسہ الٰہیات، اخلاقیات، عبادات فلسفہ اور سائنس کا پیغام لے کر نازل ہوئیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ○

اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ○

''(اے حبیب ﷺ)! پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کو خون کی پھٹک سے بنایا اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم، جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا'' (العلق ۹۶: ۱ تا ۵)

عالم ماکان و ما یکون ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی آیت نے اسلامی الٰہیات، اخلاقات کی علمی بنیاد فراہم کی، دوسری آیت نے حیاتیات اور جینیات کی سائنسی اساس بیان کی، تیسری آیت نے انسان کو اسلامی عقیدۂ و فلسفۂ حیات کی طرف متوجہ کیا، چوتھی آیت نے فلسفۂ علم و تعلیم اور ذرائع علم پر روشنی ڈالی اور پانچویں آیت نے علم و معرفت، فکر و فن اور فلسفۂ و سائنس کے تمام میدانوں میں تحقیق و جستجو کے دروازے کھول دیئے۔

حضور ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں علم و فن اور تعلیم کی ایسی سرپرستی فرمائی کہ اپنی جہالت پر فخر کرنے والی امی (ان پڑھ) قوم تھوڑے ہی عرصہ میں پوری دنیا کے علوم و فنون کی امام و پیشوا بن گئی اور مشرق سے مغرب تک علم و اخلاق اور فلسفہ و سائنس کی روشنی پھیلانے لگی۔

وہ عرب قوم جسے علم و سائنس کی راہ پر ڈالنے کیلئے حضور ﷺ نے غزوۂ بدر کے کافر قیدیوں کے لئے چار ہزار درہم زرفدیہ کی خطیر رقم چھوڑتے ہوئے دس دس مسلمان بچوں کو پڑھانے کا فدیہ مقرر کردیا تھا۔ اسلام کی اوائل صدیوں کے اندر ہی پوری دنیائے انسانیت کی معلم بن کر ابھری اور اس نے سائنسی علوم کو ایسی مضبوط بنیادیں فراہم کیں جن کا لوہا آج بھی مانا جاتا ہے۔ اس باب میں قرآن و سنت کی تعلیمات کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس نے انسانی ذہن کو اپنے وجود اور نظامِ کائنات کے حقائق کو سمجھنے کیلئے دعوتِ غور و فکر دی۔

اسلام نے تو پہلی وحی کے دن سے ہی بنی نوع انسان کو آفاق و انفس کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ (حٰم السجدۃ ۴۱: ۵۳)

''ہم عنقریب اپنی نشانیوں خارجی کائنات (universal) اور ان کے وجودوں (Phenomenon) کے اندر دکھائیں گے، حتیٰ کہ ان پر آشکار ہوجائے گا کہ بیشک اللہ ہی حق ہے۔''

نبی رحمت ﷺ نے اس جاہل بدوی قوم کو حقائق کے تجزیہ تعلیل کا اس کے اختتام تک اور انسان کی تخلیق سے لیکر اس کی موت تک، پھر موت سے قیامت تک کے احوال پر غور و فکر کے لئے بھی بنیادی مواد فراہم کیا۔ اس طرح کائنات اور انسانی علوم (Sciences) کی ترقی کی راہیں تسلسل کے ساتھ کھلتی چلی گئیں۔

چنانچہ امت مسلمہ میں علمی ذوق اس حد تک فروغ پا کہ حکم قرآنی ''علم بالقلم'' کا اشارہ پاکر مسلم اہل علم نے ''قلم'' کی تاریخی تحقیق کا بھی حق ادا کردیا۔

یہاں تک کہ امام عبدالرحمٰن بن علی الحنفی البسطامی نے ا البشر سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر اپنے دور تک قلم کے جملہ مناہج اسالیب کی تاریخ پر ایک کتاب لکھی، جس کا نام مباهج الاعلا فی مناهج الاقلام، رکھا۔

اس کتاب میں انہوں نے ۱۵۰/ سے زائد قلمو (اسالیب) اور ان کے ادوار و احوال کی تاریخ منضبط غالبًا یہ دنیا اپنی نوعیت کا ایک منفرد کام ہے (اس کا مخطوطہ یونیورسٹی آف لیڈ (ہالینڈ) میں محفوظ ہے) ☼ باقی آئندہ ☼

امام احمد رضا اور
مسلم معاشرہ

غلام مصطفیٰ رضوی *

انیسویں صدی کے وسط سے لیکر بیسویں صدی تک کا دور اسلامیان ہند کیلئے بڑا امتحان انگیز تھا۔ اسلام کے مقابل نئے نئے طوفان، نئے نئے فتنے پیدا ہو رہے تھے، نظریاتی حملے ہو رہے تھے، معاشی حملے، اقتصادی حملے غرض ہر طرح سے اسلام اور مسلمانوں پر باطل کی یلغار تھی۔ سائنسی نظریات کی آڑ میں اسلامی احکام کو نشانہ بنایا جارہا تھا۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں دین متین کی حفاظت اور شورشوں کو ختم کرنے کیلئے اللہ عزوجل کی رحمتِ عظمت کی شکل میں امام احمد رضا اٹھے اور حق کی تعلیم دی۔

۱۸۵۶ء میں امام احمد رضا کی ولادت ہوئی۔ اس وقت انگریزوں کے پروردہ فتنے عروج پر تھے۔ ایمان لٹ رہا تھا، اہل دیوبند بھی اتحاد کی آڑ میں ہنود سے رشتے جوڑ کر اسلامی روایات سے منہ موڑ چکے تھے۔ دیوبند کے عناصر اربعہ اپنی کتابوں میں سرورِ کائنات ﷺ کی شانِ مبارک میں گستاخی کر چکے تھے۔ امام احمد رضا نے اپنی تحریروں اور شاگردوں کے ذریعے سازشوں کے تار و پود کو بکھیر دیا اور بارگاہ مصطفیٰ ﷺ سے قومِ مسلم کو جوڑ دیا۔

ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا ؎

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو

اس دور کی سازشوں کا نشانہ روحِ محمد ﷺ کو سلب کرنا تھا دلوں سے، جس کی نشاندہی ڈاکٹر اقبال نے کردی کہ اگر مسلمانوں کو کمزور کرنا ہو تو روحِ محمد ﷺ یعنی محبتِ رسول ﷺ کو دلوں سے نکالنا ہوگا۔ ان نکات کے تناظر میں ہمیں امام احمد رضا کے مقاصد کا جائزہ لینا ہوگا کہ اس وقت امام احمد رضا نے دین کی اساس اور اپنی خدمات کا محور کس موضوع کو بنایا؟ اس سلسلے میں ہر ذی شعور جانتا ہے کہ امام احمد رضا نے عشقِ سرورِ کونین ﷺ کو دلوں میں راسخ فرمایا۔ مسلمانوں کو درِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ کرنا امام احمد رضا کا مقصد تھا کیونکہ انہیں کے دم قدم سے کائنات کی بہاریں ہیں، کائنات کا وجود ہے، وہ فرماتے ہیں ؎

ہے انہیں کے دم قدم کی باغِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

(حدائقِ بخشش)

امام احمد رضا نے صرف زبان و بیان سے عشقِ سرورِ کائنات ﷺ کا درس نہیں دیا بلکہ اپنے عمل، اپنی تصانیف، اپنے اخلاق و کردار سے سرورِ کائنات ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرکے دکھایا کہ، رحمتِ عالم ﷺ کا عاشق تو ان کی ہر اداؤں پر عمل کرنے والا ہوگا۔ تعلیماتِ امام احمد رضا میں محبتِ مصطفیٰ ﷺ

واداۓ مصطفیٰ پہ عمل پیرا ہونیکا درس مسلمانوں کی فلاح کا روشن باب ہے۔

امام احمد رضا نے ہر اس بات کی مخالفت کی جو دین کے خلاف ہو اس لئے کہ ان کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کیلئے ہی پیدا فرمایا تھا، علمائے عرب نے اسی لئے امام احمد رضا کو ''معزز فاضلوں کا مایۂ افتخار''، ''دین اسلام کی سعادت''، ''دائرۂ علوم کا مرکز''، ''مسلمانوں کا یاور'' (۱) فرمایا اور کیوں نہ ہو کہ امام احمد رضا نے ہر طرح کے اٹھنے والے باطل نظریات کا قلع قمع فرمایا، جب فلسفہ نے اسلام کے مقابل بال و پر نکالے تب امام احمد رضا نے حقائق سے فلسفہ کے باطل نظریات کے خاتمہ فرمایا، اس موضوع پر آپ کی کئی تصانیف ہیں جو فلسفۂ قدیمہ اور فلسفۂ جدیدہ کے رد میں لکھی گئیں۔

﴿۱﴾ الکلمۃ الملھمہ

﴿۲﴾ فوزمبین در رد حرکت زمین

﴿۳﴾ مقامع الحدید علیٰ خدِّ المنطق الجدید، وغیرہ

امام احمد رضا کے نزدیک فلسفہ کے نظریات کا کیا مقام ہے؟ اس تعلق سے اپنا موقف واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''جس کا قول ہم اسلام و سنت کے موافق پائیں گے تسلیم کریں گے۔ نہ اس لئے کہ اس کا قول ہے بلکہ اس لئے کہ صراطِ مستقیم سے مطابق ہے اور جس کی بات خلاف پائیں گے، زید ہو یا عمرو، خالد ہو یا بکر، دیوار سے مار کر رسول اللہ ﷺ کی رکاب سے لپٹ جائیں گے۔'' (۲)

امام احمد رضا نے ذہن دیا کہ ہر نظریات کو اسلام کی کسوٹی پر پرکھو اور اگر اسلام سے متصادم دکھائی دیں تو اسے ٹھکرادو، نظریات کے اس دور میں امام احمد رضا کی تعلیم قومِ مسلم کی فلاح کیلئے گراں قدر علمی اثاثہ ہے جس پر عمل ضروری ہے۔

امام احمد رضا نے مسلمانوں کی معاشی بدحالی کے ازالے کیلئے ایک بہترین رسالہ ''تدبیر فلاح و نجات و اصلاح'' تصنیف فرمایا جس میں مسلمانوں کی معاشی مضبوطی کیلئے چار نکاتی منصوبے مرقوم تھے اس تعلق سے ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی لکھتے ہیں:

''زیرِ نظر رسالہ میں امام احمد رضا نے جو چار نکات پیش فرمائے ہیں وہ مسلمانانِ عالم کی مذہبی، تعلیمی، سماجی، سیاسی اور معاشی شعبہ ہائے حیات کیلئے راہنما ہیں اور اگر مسلمانانِ عالم بالخصوص مسلمانانِ ہند ۱۹۱۲ء میں امام احمد رضا کے عظیم منصوبے پر عمل کر لیتے تو آج ہر اعتبار سے وہ ایک مضبوط و مستحکم قوم ہوتی اور عالم اسلام میں ایک انقلاب رونما ہو جاتا۔'' (۳)

امام احمد رضا نے غریبوں کے حقوق کی پاسداری کی، غریبوں کی فلاح چاہتے تھے ان کے حقوق کی ادائیگی کا درس دیتے رہے یہاں تک کہ دنیا سے رخصت کے لمحہ بھی غریبوں کو یاد رکھا کیونکہ غریبوں سے شفقت و حسنِ سلوک کا درس تو رحمتِ عالم ﷺ کی بارگاہ مطہرہ سے ملا ہے، ہمارے آقا ﷺ نے غریبوں سے محبت کی، غریبوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تعلیم فرمائی۔ امام احمد رضا سرورِ کائنات ﷺ کے شیدائی تھے اس لئے انہوں نے غریبوں سے ہمدردی کا معاملہ کیا، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی امام احمد رضا کی غربا پروری کے تعلق سے لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا کی محبت و شفقت کا کیا ذکر کیا جائے!

زندگی بھر غریبوں اور مسکینوں کو گلے لگایا اور جب وہ دنیا سے جانے لگے تو اس کٹھن گھڑی میں بھی اُن کو نہ بھلایا'' (۴)

ہمیں بھی چاہیے کہ امام احمد رضا کے فلاحی نکات کو اپنائیں اور غریبوں سے محبت سے پیش آئیں۔

قوم کی فلاح کا ایک پہلو تعظیم رسول ﷺ ہے۔ امام احمد رضا نے تعظیم کا درس دیا ہے۔ تعظیم بڑی چیز ہے، انسانیت کی بقا تعظیم میں پنہاں ہے۔ تعظیم مسلمانوں کا شعار ہے، مسلم معاشرے کے صالح ہونے کی پہچان تعظیم و ادب ہے۔ امام احمد رضا نے تعظیم رسول ﷺ کا درس دیا۔ ہاں! اُن کی تعظیم تو لازم ہے جو باعثِ تخلیق کائنات ہیں اے احمد رضا! تیری عظمتوں کے کیا کہنے! تو نے ہمیں درِ مصطفی ﷺ سے متصل کر دیا۔ آج ہر سو مسلمان پریشان ہے، مسلمانوں کی فلاح درِ مصطفی ﷺ سے وابستگی میں ہے۔ اگر امام احمد رضا کی تعلیمات پر عمل ہو جائے تو مسلمانوں کی تنزلی ختم ہو جائے گی۔

ضروری ہے کہ امام احمد رضا کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے۔ اہلِ علم افراد تک آپ کی تصانیف کو پہنچایا جائے تاکہ علمی سطح پر امام احمد رضا کی تعلیمات سے اہل علم استفادہ کر سکیں اور بکھری ہوئی قوم کی فلاح کیلئے تعلیماتِ رضا کی روشنی میں مؤثر لائحۂ عمل طے کر سکیں۔

حوالہ جات:

(۱) حسام الحرمین، امام احمد رضا
(۲) مقامع الحدید، امام احمد رضا
(۳) اعلیٰ حضرت، اعلیٰ حضرت کیوں؟ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی
(۴) غریبوں کے غمخوار، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

☆☆☆

تصحیح

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے کتابچے آفتاب آمد دلیلِ آفتاب (سلام رضا پر ایک ادبی تاثراتی جائزہ) میں ص-۷ سطر-۶ پر کمپوزنگ کی غلطی ہے صحیح عبارت یوں پڑھی جائے:

''جس طرح دلائل الخیرات شریف مرتبہ علامہ ابو عبداللہ محمد سلیمان الجزولی علیہ الرحمۃ کی بیسیوں شروح لکھی جا چکی ہیں جن میں سب سے قدیم اور معروف شرح مطالع المسرات مصنفہ علامہ محمد المہدی الفاسی علیہ الرحمہ (م-۱۰۵۲) اسی طرح قصیدۂ بردہ شریف کی بہت سی شروح لکھی جا چکی ہیں۔ جن میں سب سے قدیم شرح شیخ ابو شامہ قدسی علیہ الرحمہ (م-۶۶۵ھ/۱۲۶۸ء) کی ہے''۔

معارف اسلاف

فاضل بریلوی اور مفتی مالکیہ شیخ حسین مکی الازہری کا خاندان

مؤلف : محمد بہاء الدین شاہ ★

آخری قسط

(۶) جسٹس شیخ جمال بن محمد امیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ:

العالم النبیہ، الفاضل النحوی، النجیب الکامل، شیخ جمال بن محمد امیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۸۵ھ کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور اپنے چچا مفتی مالکیہ شیخ عابد و دیگر اکابر علماء مکہ سے تعلیم پائی (۱۶۵) بالخصوص شیخ عابد مالکی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم نقلی و عقلی، فروع و اصول اخذ کئے۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں علامہ سید بکری شطا شافعی، علامہ شیخ عبدالوھاب شافعی بصری مہاجر مکی (۱۶۶) اور علامہ سید عبدالکریم داغستانی (۱۶۷) اہم ہیں۔ شیخ جمال مالکی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مسجد الحرام میں مدرس مقرر ہوئے جہاں بکثرت طلباء نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ محکمۂ تعلیم مکہ مکرمہ کی اعلیٰ کمیٹی کے رکن رہے پھر گورنر مکہ شریف حسین بن علی نے آپ کو اعلیٰ شرعی عدالت ''محكمة التعزيرات الشرعيه'' کا چیف جج تعینات کیا۔ (۱۶۸)

شیخ جمال مالکی معتدل جسمامت، کشادہ سینہ، متحمل و بردبار، خوش اخلاق، متواضع، علائق دنیا سے بیزار، اشاعت دین کے لئے ہمہ اوقات مستعد وغیرہ اوصاف کے مالک تھے۔ آپ مسجد الحرام میں باب داؤدیہ و باب ابراہیم کے درمیان حلقہ درس قائم کیا کرتے تھے۔ آپ امیر و فقیر، عربی و عجمی اور گورے و کالے کے درمیان کوئی امتیازی سلوک روا نہ رکھتے اور تمام طلباء سے یکساں شفقت سے پیش آتے کسی طالب علم کی عیادت یا ان کی طرف سے دی گئی دعوتِ طعام میں شرکت کے لئے آپ مکہ مکرمہ کے دور دراز محلوں تک تشریف لے جاتے جبکہ ان دنوں ذرائع آمد ورفت محدود تھے۔ آپ طلباء کے ساتھ بیٹھ کر ہر طرح کے کھانے بے تکلف تناول فرماتے اور ہر ممکن طریقہ سے ان کی حوصلہ افزائی فرماتے نتیجتاً طلباء آپ کی طرف کھنچے چلے آتے اور آپ ''ا... مالکی'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔

شیخ جمال مالکی رحمۃ اللہ علیہ فقہ اور نحو کا درس دیا کرتے جن میں الفیہ ابن مالک، المتمۃ اور الثمرات الجنیہ وغیرہ کتب درس اہم ہے اور آپ کے حلقہ درس میں اہل حجاز، یمن نیز انڈونیشیا کے طلباء کی بڑی تعداد شامل ہوتی۔ عمر عبدالجبار نے آپ سے سماعت کردہ دروس میں سے ایک کا خلاصہ اپنی کتاب میں درج کیا ہے (۱۶۹) آپ کے تلامذہ میں علامہ سید محمد طاہر دباغ (۱۷۰) اور علا

★(ناظم بہاء الدین زکریا لائبریری، چکوال)

سیدعلوی مالکی حسنی (۱۷۱) جیسے علماء شامل ہیں۔

جسٹس شیخ جمال مالکی المعروف بہ امام مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو کتب "الدولۃ المکیہ" اور "حسام الحرمین" پر تقاریظ لکھیں جو مطبوع ہیں اور ۹ رصفر ۱۳۲۴ھ بروز بدھ کو ہی فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی مالکیہ شیخ حسین بن ابراہیم الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزندان شیخ محمد عابد مالکی، شیخ محمد علی مالکی کے علاوہ ان کے ایک پوتے شیخ جمال مالکی رحمھم اللہ تعالیٰ کو بھی جمع علوم اسلامیہ میں اجازت وخلافت عطا کی (۱۷۲)

حضرت شیخ جمال مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۴۹ھ میں وفات پائی اور چار فرزندان عبدالعزیز، عبدالرحمٰن، عبدالغنی اور اسعد اپنی نسبی یادگار چھوڑے (۱۷۳) بقول شیخ حسن مشاط مکی یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ مکہ مکرمہ میں شیخ جمال مالکی اور پھر علامہ سید علوی مالکی حسنی کی تجہیز وتکفین نیز نماز جنازہ میں لوگوں کی بکثرت شمولیت کے باعث پوری چودھویں صدی ہجری کے دو سب سے بڑے اجتماع تھے۔ (۱۷۴)

تیرہویں و چودھویں صدی ہجری کے حجاز مقدس کی درس وتدریس، تصنیف وتالیف، مسند افتاء، امامت وخطابت، شعرو ادب اور اشاعت عقائد اسلامیہ، جیسے اہم موضوعات کی تاریخ مرتب کرتے ہوئے مفتی مالکیہ شیخ حسین بن ابراہیم الازہری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ آج بھی جب ہم پندرہویں صدی ہجری کے تیسرے عشرہ میں داخل ہونے والے ہیں مکہ مکرمہ میں اس خاندان سے تعلیم حاصل کرنے والے سادات علماء کرام کی اولاد میں سے پروفیسر ڈاکٹر سید محمد بن علوی مالکی حسنی اسی لگن سے دینی علوم کی خدمت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں اور آج کی دنیا کا کوئی گوشہ ڈاکٹر سید محمد بن علوی کی علمی خدمات اور ان کے اثرات سے خالی نہیں۔

☆☆☆

حوالے وحواشی

(۱۶۷) علامہ سید عبدالکریم داغستانی شافعی (م ۱۳۳۸ھ) دربند شہر میں پیدا ہوئے اپنے علاقہ کے علماء کے علاوہ مصر، تیونس، ممبئی اور استنبول میں تعلیم پانے کے بعد ۱۲۹۷ھ میں فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے حجاز مقدس کا قصد کیا اور مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہو کر علامہ باجوری کے شاگرد شیخ عبدالحمید داغستانی شافعی سے مزید تعلیم حاصل کی پھر مسجد الحرام میں مدرس تعینات ہوئے۔ نیز مدرسہ داؤدیہ میں واقع اپنے رہائشی کمرہ میں بھی حلقہ درس قائم کیا۔ آپ کے شاگردوں میں سے شیخ جمال مالکی کے علاوہ شیخ عمر باجنید، شیخ سعید یمانی، شیخ مختار عطارد (م ۱۳۴۹ھ) اور شیخ محمد باقری جاوی نے علم وفضل میں نام پایا۔ علامہ سید عبدالکریم داغستانی نے ایک سو بیس برس سے زائد عمر پائی (نشر النور ص ۲۷۹، سیر وتراجم ص ۲۱۲)۔ فاضل بریلوی کی کتاب حسام الحرمین میں علامہ سید عبدالکریم داغستانی رحمۃ اللہ علیہ کے تقریظ موجود ہے۔

(۱۶۸) نشر النور ص ۱۶۳۔

(۱۶۹) سیر وتراجم ص ۹۰-۹۲۔

(۱۷۰) الدلیل المشیر ص ۱۱۳۔

(۱۷۱) مجموع فتاویٰ ورسائل ص ۷

(۱۷۲) الاجازات المتینہ ص ۴۹۔

(۱۷۳) سیر وتراجم ص ۹۰،۹۲۔

(۱۷۴) مجموع فتاویٰ ورسائل ص ۱۱۔

فہرست مآخذ (عربی)

(۱) الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، مولانا احمد رضاخان بریلوی، تمہید از قلم مولانا حامد رضاخان بریلوی، منظمۃ الدعوۃ الاسلامیہ جامع نظامیہ رضویہ لوہاری دروازہ، لاہور

(۲) الارشاد بذکر بعض مالی من الاجازۃ والاسناد، شیخ محمد حسن محمد مشاط، سن اشاعت ومطبع کا نام درج نہیں، سن تصنیف ۱۳۷۰ھ

(۳) اعلام الحجاز فی القرن الرابع عشر للھجرۃ، محمد علی مغربی، جلد ول، طبع دوم، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء، مطبع دارالعلم للطباعۃ والنشر جدہ۔

(۴) اعلام الحجاز فی القرن الرابع عشر للھجرۃ، محمد علی مغربی، جلد دوم، طبع دوم، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء، مطبع دارالبلاد جدہ۔

(۵) اعلام الحجاز فی القرن الرابع عشر للھجرۃ وبعض القرون الماضیۃ، محمد علی مغربی، جلد سوم، طبع اول، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء، مطبع المدنی شارع العباسیہ القاھرہ۔

(۶) اعلام من ارض النبوۃ، انس یعقوب کتبی، جلد اول، طبع اول، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء، ناشر انس یعقوب کتبی، پوسٹ بکس نمبر ۳۲۷۵، فون نمبر ۸۴۸۴۰۳۹، مدینہ منورہ، مطبع دارالبلاد جدہ۔

(۷) اعلام من ارض النبوۃ، انس یعقوب، جلد دوم، طبع اول، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء، مطبع دارالبلاد جدہ۔

(۸) اھل الحجاز بعبقھم التاریخی، حسن عبدالحیٔ قزاز، طبع اول ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء، مطبع دارالعلم جدہ۔

(۹) محدث الشام العلامۃ السید بدرالدین الحسنی، آپ کے تلامذہ اور احباب کے لکھے گئے مضامین کا مجموعہ، جمع وترتیب محمد بن عبداللہ آل الرشید، طبع اول ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء، دارالحنان شارع الحمراء، بناء ھلال، فون نمبر: ۲۲۳۲۳۶۶، دمشق

(۱۰) تاریخ علماءِ دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری، محمد مطیع حافظ ونزار اباظہ، جلد اول ودوم، طبع اول ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء، دارالفکر للطباعۃ والتوزیع والنشر شارع سعد اللہ الجابری پوسٹ بکس ۹۶۲ دمشق
تاریخ علماءِ دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری، محمد مطیع حافظ و نزار اباظہ، جلد سوم، طبع اول ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء، دار الفکر دمشق۔

(۱۲) التحریر الوجیز فیما یبتغیہ المستجیز، محمد زاہد بن حسن الکوثری، تحقیق شیخ عبدالفتاح ابوغدۃ، طبع اول ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۳ء، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب۔

(۱۳) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین، مولانا احمد رضاخان بریلوی، سن طباعت ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء، مکتبہ نبویہ لاہور۔

(۱۴) الدلیل المشیر الی فلک أسانید الاتصال بالحبیب البشیر صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وعلی آلہ ذوی الفضل الشہیر وصحبہ ذوی القدر الکبیر، علامہ سید ابی بکر بن احمد حبشی علوی، طبع اول ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء، المکتبہ المکیۃ حی الھجرۃ فون وفیکس نمبر: ۵۳۰۸۲۲، مکۃ المکرمۃ

(۱۵) الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ، مولانا احمد رضاخان بریلوی، نذیر سنز اردو بازار، لاہور

(۱۶) رجالی من مکۃ المکرمۃ، زھیر محمد جمیل کتبی، جلد سوم، طبع اول ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء، ناشر زھیر محمد جمیل کتبی پوسٹ بکس نمبر ۹۰۶۸ فون نمبر: ۵۳۶۶۶۱۱، مکۃ مکرمہ۔

(۱۷) سیر وتراجم بعض علمائنا فی القرن الرابع عشر للھجرۃ، عمر عبدالجبار، طبع سوم، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۲ء، مکتبہ تہامۃ، پوسٹ بکس نمبر ۵۴۵۵، جدہ

(۱۸) علماء العرب فی شبہ القارۃ الھندیۃ، شیخ یونس ابراہیم السامرائی، طبع اول، ۱۹۸۶ء، وزارت اوقاف ومذہبی امور عراق بغداد۔

(۱۹) فہرس مخطوطات مکتبۃ مکۃ المکرمۃ، لائبریری ہذا کے مدیر شیخ عبدالمالک طرابلسی کی نگرانی میں دس اہل علم نے مل کر مرتب کی جن کے نام یہ ہیں: ڈاکٹر عبدالوھاب ابراہیم ابوسلیمان، ڈاکٹر محمود حسن زینی، ڈاکٹر محمد حبیب ھیلۃ، ڈاکٹر صالح جمال بدوی، ڈاکٹر عبداللہ نذیر احمد، ڈاکٹر حمدی عبدالمنعم شلبی، ڈاکٹر فواد عبدالمنعم احمد، ڈاکٹر عبداللہ صالح شاووش، عبدالرحمن بن سعد سلطان، فراج عطا سالم، طبع اول ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء، مکتبہ الملک فھد الوطنیہ الریاض۔

(۲۰) الفیض الرحمانی باجازۃ فضیلۃ الشیخ محمد تقی العثمانی، شیخ ابی الفیض محمد یاسین بن محمد عیسٰی فادانی مکی، طبع اول ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

دارالبشائر الاسلامیۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع پوسٹ بکس نمبر ۵۹۵۵-۱۴، بیروت

(۲۱) مجموعہ فتاویٰ ورسائل، امام سید علوی مالکی حسنی، جمع وترتیب علاوہ سید محمد بن علوی مالکی حسنی، طبع اول ۱۴۱۳ھ

(۲۲) محمد صلی اللہ علیہ فی الشعر الحدیث، ڈاکٹر حلمی قاعود، طبع اول، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء، دارالوفا للطباعۃ والنشر والتوزیع المنصورۃ، مصر

(۲۳) المختصر من کتاب، نشر النور والزھر فی تراجم افاضل مکۃ۔ من القرن العاشر الی القرن الرابع عشر، شیخ عبداللہ مرداد مکی، اختصار و ترتیب وتحقیق محمد سعید عامودی واحمد علی کاظمی بھوپالی مکی، طبع دوم ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء عالم المعرفۃ پوسٹ بکس نمبر ۵۷۶، فون نمبر: ۶۸۷۷۲۹۰، جدہ

(۲۴) المسلک الجلی فی اسانید فضیلۃ الشیخ محمد علی، شیخ محمد یاسین فادانی، طبع اول، سن اشاعت درج نہیں، دارالطباعۃ المصریۃ الحدیثیۃ

(۲۵) مشیدات دمشق ذوات الاضرحۃ وعناصرھا الجمالیۃ، ڈاکٹر قتیبہ شھابی، طبع اول ۱۹۹۵ء، وزارت ثقافت شام دمشق۔

(۲۶) من اعلام القرن الرابع عشر والخامس عشر، ابراہیم عبداللہ حازمی، جلد اول، طبع اول، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء، دارالشریف للنشر والتوزیع، پوسٹ بکس نمبر: ۵۲۴۷۹، ریاض

(۲۷) نزھۃ الخواطر، علامہ سید عبدالحئی لکھنوی، ترتیب وحواشی علامہ سید ابوالحسن علی ندوی لکھنوی، جلد ہشتم، ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

(۲۸) روزنامہ الندوۃ، مکہ مکرمہ، شمارہ ۱۳ر رجب ۱۴۱۸ھ/۱۳ر نومبر ۱۹۹۷ء

(۲۹) ہفتہ وار رسالہ، الیمامۃ، ریاض، شمارہ ۲۶ر رمضان ۱۴۱۸ھ/۲۴ جنوری ۱۹۹۸ء، خانہ کعبہ کے موجودہ کنجی بردار شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ شیبی کا انٹرویو۔

(۳۰) ماہنامہ ایصاء، دبئی، شمارہ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ/ جولائی ۱۹۹۸ء

مآخذ (اردو)

(۱) انوار ساطعہ در بیان مولود فاتحہ، مولانا عبدالسمیع رامپوری میرٹھی، ۱۳۴۶ھ، مطبع مجتبائی، دہلی

(۲) براہین قاطعہ، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، ضمیمہ مولوی محمد منظور نعمانی لکھنوی، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی

(۳) روئیداد تاریخی مناظر بہاور پور المسمّٰی بہ تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل، مولانا غلام دستگیر قصوری، حالات مصنف از قلم علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، نوری بک ڈپو لاہور۔

(۴) فصول من تاریخ المدینۃ المنورۃ، علی حافظ مدنی، اردو ترجمہ بنام ابواب تاریخ المدینۃ المنورہ، آل حسن صدیقی، طبع اول ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء، یہ اردو ترجمہ اصل عربی کتاب کی تلخیص ہے، مطبع شرکۃ المدینۃ المنورۃ للطباعۃ والنشر جدۃ۔

(۵) ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی، شمارہ اکتوبر، نومبر ۱۹۹۰ء، مفتی اعظم ہند نمبر۔

(۶) ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، شمارہ فروری ۱۹۹۶ء

خوشخبری

محترم ڈاکٹر حافظ محمد عبداللہ قادری صاحب، ایسوشیئٹ پروفیسر ڈپارٹمنٹ آف پالیٹیکل سائنس جامع کراچی، کو تین سال کیلئے اسی شعبہ کا صدر مقرر کیا گیا ہے۔ محترم ڈاکٹر قادری صاحب پاکستان (اور غالباً برصغیر پاک وھند) کے پہلے نابینا اسکالر ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سیاسی افکار ونظریات پر PHD کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے انہوں Phd کا یہ مقالہ سابق وائس چانسلر جامعہ کراچی جناب پروفیسر ڈاکٹر منظور الدین احمد صاحب کی نگرانی میں ۱۹۹۰ء میں لکھا تھا اور سند حاصل کی تھی

معارفِ اسلاف

مبلغ اسلام

علامہ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد*

مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ (۱۹۵۴ء) کی باکمال شخصیت چودھویں صدی ہجری کے علماء اور مبلغینِ اسلام میں سرفہرست نظر آتی ہے، انہوں نے تنہا ایک انجمن کا کام کیا، ان کے عزم وحوصلہ کو دیکھ کر صدر اوّل کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، ان کی ذات گرامی میرے لئے اجنبی نہیں، والد ماجد حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۹۶۶ء) سے ان کے خصوصی مراسم تھے، مفتی اعظم کی خدمت میں ان کو آتے جاتے دیکھا ہے اور تقریر بھی سنی ہیں۔

حضرت مولانا میرٹھی عظیم المرتبت عالم و عارف تھے اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ (م ۱۹۲۱ء) کے جلیل القدر خلیفہ، امام احمد رضا نے ''الاستمداد'' میں آپ کا ذکر کیا ہے (۱)۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۳۸ء) بھی امام احمد رضا کے خلیفہ تھے، انہوں نے ملک و بیرون ملک مذہبی اور سیاسی سطح پر کارہائے نمایاں انجام دیئے، ''الاستمداد'' میں ان کا ذکر بھی موجود ہے (۲)۔

امام احمد رضا صفات جلالیہ اور جمالیہ کے جامع تھے، آپ کے خلفاء میں بعض جلالی تھے اور بعض جمالی۔ حضرت میرٹھی علیہ الرحمہ جمالِ رضوی کا آئینہ تھے، چلتا پھرتا امن کا سفیر تھے، ان کی زندگی عالم گیر محبت سے عبارت تھی، انہوں حیرت انگیز ایثار و قربانی سے کام لیا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

ایک زمانہ تھا جب کہ عدم معرفت کی وجہ سے بعض امام احمد رضا کے ذکر وفکر سے انقباض محسوس کرتے تھے، غالباً لوگوں کی اسی تنگ دلی کی وجہ سے حضرت مولانا میرٹھی اور ان کے اخلاف و امجاد نے ابتداء میں امام احمد رضا کا زیادہ چرچا نہیں کیا۔ امام احمد رضا کے مخالفین نے ایک عظیم مہم چلا کر اہل علم کو ان سے بدظن کیا، ان کی عزت و ناموس کے درپے ہوئے، شاید ہی کوئی اس کا شیدائی ہو جس نے تہمتِ خلق کے تیر نہ کھائے ہوں۔

من ذاالذی ینجو من الناس سالماً ؟

لیکن محبوبانِ خدا، خدا کے لئے اپنی عزت اور زندگی لٹاتے ہیں وہ مرتے نہیں، جیتے ہیں، وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (۳) تو جب اپنے خیال میں سب مار چکے اور

وہ مرچکا تو ہاتف غیبی نے اس کی زندگی کا اعلان کیا اور مخالفین و گمراہوں کو متنبہ کیا ۔

یاناطح الجبل العالی لتکلمہ
اشفق علی الرأس لا تشفق علی الجبل

امام احمد رضا پر بدنامی اور گمنامی کا ایک زمانہ گزرا۔ ایسا کٹھن وقت کہ اہل علم نام لیتے سہمتے تھے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب حضرت مولانا میرٹھی اور ان کے اخلاف نے اپنا مشن جاری کیا، انہوں نے اشاعتِ اسلام کی خاطر اپنے شیخ امام احمد رضا کا چرچا نہ کیا، لیکن امام احمد رضا تو پہلے ہی اسلام اور شارع اسلام علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر سب کچھ نثار کر چکے تھے۔

فاذا ابی و والدتی و عرضی
لعرض محمد منکم وقاء (۴)

ایک طرف ایثار و قربانی کا یہ عالم تھا اور دوسری طرف یہ دیکھا گیا کہ اپنے شیوخ والا ساتذہ کی مدافعت کی خاطر اسلام اور شارع اسلام علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی بھی پرواہ نہ کی گئی۔ حضرت مولانا میرٹھی کے وصال کے بعد ان کے خلیفہ اور داماد مولانا فضل الرحمٰن انصاری علیہ الرحمہ (م-۱۹۷۴ء) نے "المرکزی الاسلامی" کے نام سے کراچی میں ایک اسلامی ادارہ قائم کیا اس میں بھی امام احمد رضا کا کوئی ذکر و فکر نہ تھا بلکہ عرصہ دراز کے بعد جب امام احمد رضا کی شخصیت سے غبار تہمت و بدنامی ہٹا تو شاید پہلی مرتبہ اس ادارے کے انگریزی ماہنامہ (۵) میں امام احمد رضا پر مختصر مضمون شائع ہوا۔ اسی طرح جب جارج برناڈ شا اور مولانا میرٹھی کے درمیان مکالمے کی روئداد انگریزی میں شائع کی گئی (۶) تو اس کے سوانحی حصے میں امام احمد رضا کا نام تک نہیں، مگر جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا یہ ایثار و قربانی اشاعت اسلام کی خاطر کی گئی۔

لیکن اب جب کہ پاک و ہند اور بیرونی ممالک میں امام احمد رضا کا تعارف ہو چکا ہے اور اہل علم و دانش ورآپ کی عبقریت اور فضیلت علمی کے معترف نظر آ رہے ہیں، یہ راز، راز نہیں رہا اور نہ رہنا چاہیے۔

اَب راز، راز رہ نہ سکے گا، کہ اُن کی یاد
پلکوں تک آ گئی ہے چراغاں کئے ہوئے

علمائے اہلسنت کا یہ خاص امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے عقائد کی درستی اور اسلام کی اشاعت کے لئے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں جب کہ بعض دوسرے علماء، ہنود سے سیاسی اتحاد کی وجہ سے شاید ہنود میں اشاعت اسلام کی خدمت انجام نہ دے سکے، بلکہ کفار و مشرکین ان کی سیاسی زندگی کا جز ولاینفک بن کر رہ گئے، یہ ایک تاریخی المیہ ہے۔ صرف علمائے حق کی ایسی صاف ستھری تاریخ ہے جو کفار و مشرکین کے ذکر سے پاک ہے اگر ذکر ہے بھی تو باندازِ مومنانہ اور بہ اسلوب قاہرانہ۔

مبلغین میں بعض لوگ وہ بھی ہیں جنہوں نے صرف مسلمانوں کی اصلاح کے لئے کوشش کی اور کفار و مشرکین سے تعرض نہ کیا، اصلاح کا یہ انداز عافیت کوشانہ ہے۔ بلاشبہ غیر مسلموں کو دعوتِ اسلام دینا ہمت کی بات ہے، اس کے لئے علم و فضل، عزم و حوصلہ اور ایمانِ کامل کی ضرورت ہے، یہ جواہر علمائے حق ہی میں نظر آئیں گے۔

ایں سعادت قسمتِ شہباز و شاہین کردہ اند

ان علماء حق کی پاک سیرتیں اسلام اور ملّت اسلامیہ کے لئے باعث افتخار ہیں۔ حضرت مولانا میرٹھی انہی جلیل القدر

مبلغین میں نہایت ممتاز نظر آتے ہیں، انہوں نے اسلام کی اس طرح تبلیغ فرمائی کہ تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔

حضرت مولانا میرٹھی کے شیخِ مجاز امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل چار چیزوں کی طرف خاص طور پر اپنی توجہ مرکوز کی:

۱- فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ نویسی

۲- تدریس علوم دینیہ

۳- گستاخان رسول علیہ التحیۃ والتسلیم کی سرکوبی

۴- تبلیغ دین اسلام

امام احمد رضا کے خلفاء و تلامذہ میں بعض حضرات وہ ہیں جو بحیثیت فقیہ، مفتی مشہور ہوئے بعض وہ ہیں جو بحیثیت معلّم و مدرس مشہور ہوئے، بعض وہ ہیں جو بحیثیت مناظر اسلام مشہور ہوئے اور بعض وہ ہیں جو بحیثیت مبلغ اسلام مشہور ہوئے گویا امام احمد رضا کی جامعیت کے مختلف پہلو فرداً فرداً خلفاء و تلامذہ میں نظر آتے ہیں۔

حضرت مولانا میرٹھی اس صدی کے مبلغین اسلام کے قافلہ سالار ہیں، انہوں نے دنیا کے بیسیوں ملکوں کا دورہ کیا اور ہزاروں غیر مسلموں کو مشرف باسلام کیا۔ جن میں پروفیسر بھی ہیں، دانشور بھی ہیں، عمائدین اور اعیان مملکت بھی ہیں، پھر ہزاروں، لاکھوں، مسلمانوں کو مرید کر کے ان کی روحانی اصلاح بھی فرمائی۔

جشنِ نزولِ قرآن (۱۹۶۹ء) میں فلپائنی مندوب ڈاکٹر احمد نے اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا میرٹھی نے ہزاروں غیر مسلموں کو مشرف با اسلام کیا اور خود بھی انہیں کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے۔

حضرت مولانا میرٹھی دوسری زبانوں کے علاوہ انگریزی زبان پر حیرت انگیز عبور رکھتے تھے۔ مولانا محمد علی انگریزی کے ماہر تھے مگر انہوں نے اس سے وہ کام نہ لیا جو میرٹھی علیہ الرحمہ نے لیا۔ جاپان کی ایک مجلس میں جہاں آپ نے تقریر فرمائی، ٹوکیو کے پروفیسر این۔ ایچ۔ برلاس نے انگریزی زبان میں آپ کی مہارت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کی ترنم ریز و دل آویز قرار دیا۔ راقم کو بھی حضرت مولانا کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی آواز میں بلا کی کشش اور کھنک تھی۔ اردو، عربی، انگریزی اور بعض دوسری زبانوں میں بے تکان تقریر کرتے تھے۔

تبلیغ اسلام کے سلسلے میں حضرت مولانا میرٹھی نے تقریباً ۳۵ ملکوں کا دورہ کیا۔ عوام سے لے کر خواص تک اور عوام سے لیکر اعیان مملکت تک سے رابطے قائم کئے اور اسلام کا پیغام پہنچایا۔ مختلف ملکوں میں سینکڑوں تعلیمی، علمی، دینی اور رفاہی ادارے قائم کئے، مدرسے اور مسجدیں بنوائیں، کتب خانے قائم کئے اور اخبارات و رسائل جاری کرائے۔

خدمت اسلام کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا میرٹھی علیہ الرحمۃ نے سیاسیات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں شریک رہے اور اس سلسلے میں میں ۶ ماہ قید و بند کی مشقتیں بھی اٹھائیں۔ ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان پاس ہونے کے بعد پاکستان کے لئے جدو جہد کی۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس کے تاریخی اجلاس میں شریک ہوئے پھر بیرون ہند پاکستان کے لئے انتھک کوشش کی۔ ۱۹۴۸ء میں اسلامی مسودہ آئین کی تیاری کے سلسلے میں سعی کی۔ وہ قائد اعظم کے قریب تھے اور قائد اعظم ان پر اعتماد فرماتے

حضرت مولانا میرٹھی کی ہمہ گیر اسلامی مساعی جمیلہ کو اللہ تعالیٰ نے وہ صلہ عطا فرمایا جو ہر دل کی آواز ہے، سرزمین قدس میں وصال فرمایا اور جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدم مبارک میں دفن ہوئے۔

حضرت مولانا میرٹھی کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے مولانا شاہ احمد نورانی صاحب اور داماد و خلیفہ مولانا فضل الرحمٰن انصاری علیہ الرحمہ (م-۱۹۷۴ء) نے آپ کے کام کو سنبھالا اور آپ کے مشن کو آگے بڑھایا۔

(۱) مولانا فضل الرحمٰن انصاری نے یوں تو بہت سے کام کئے مگر عمر کے آخر حصے میں جو کام کر گئے اور کتاب لکھ گئے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہ کتاب انگریزی میں ہے اور دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، عنوان ہے:

"THE QUR'ANIC FOUNDATION AND STRUCTURE OF MUSLIM SOCIETY (KARACHI, 1973)

۱۹۷۳ء میں ہوٹل انٹرکانٹی نینٹل (کراچی) میں اس کتاب کی تقریب رونمائی ہوئی تھی جس میں علماء و دانشور شریک ہوئے اور اپنے تأثرات کا اظہار کیا، اس موقع پر مسٹر اے. کے بروہی نے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا:

"اقبال کے انگریزی خطبات "تشکیل جدید الٰہیات" کے بعد اگر کوئی دوسری کتاب میری نظر میں آتی ہے تو وہ یہ کتاب ہے" (ترجمہ انگریزی ملخصاً)

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے فرمایا:

"مذہب اسلام کو سمجھنے کے لئے اب تک جو بہترین کوششیں کی گئی ہیں ان میں سے یہ ایک ہے"

(ترجمہ انگریزی)(۷)

اسی صاحب عزیمت کی صاحبزادی ڈاکٹر فریدہ ہیں جو سالہا سال سے تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں، انہوں نے پردہ میں رہ کر دین کی وہ خدمت کی جو دوسری عورتیں پردے سے باہر رہ کر نہ کرسکیں۔ پردے میں رہ کر نہ صرف اپنی بلکہ دوسروں کی زندگیاں بھی بنائی جاسکتی ہے۔

متعدد کتب و رسائل حضرت مولانا میرٹھی علیہ الرحمہ کی علمی یادگاریں ہیں، مگر ان میں سرفہرست وہ تقاریر اور مقالات ہیں جو تقریباً نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہیں، اگر یہ جمع کرلی جاتیں تو کئی ضخیم مجلدات تیار ہوسکتی تھیں مگر افسوس ایسا نہیں کیا گیا۔ بہرحال اب کوشش کی جارہی ہے۔

حواشی

(۱) احمد رضا خاں، الاستمداد، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۹۵

(۲) ایضاً، ص-۹۴

(۳) البقرہ: ۱۵۴

(۴) امام احمد رضا خاں: حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور (۱۹۰۶ء) ص ۵۲

(۵) ماہنامہ منارث (انگریزی) کراچی شمارہ اگست ۱۹۷۴ء، ص ۱۷ تا ۲۳

(6) K.S.Anwari, A Shavian and Philospher, Karachi 1970, AE 10th Editon.

(۷) ماہنامہ منارث (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۴۹

☆☆☆

جہیز اور آج کا ماحول

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

آج کے ماحول اور حالت و واقعات کا جائزہ لینے کے بعد بڑے ہی قلق اور افسوس سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ روز بروز جہیز کا مطالبہ عام ہوتا جارہا ہے اور جو عورت کم جہیز لے جائے اس کو کوسنے سے لے کر ستانے، طلاق دینے، یہاں تک کہ جلانے اور مار ڈالنے تک کے واقعات سننے میں آتے ہیں۔ صد افسوس! ایک پاکیزہ رشتہ جسے رب کائنات نے پاکیزہ اور عظیم مقاصد کے لئے قائم و جاری کیا جو عہد رسالت، عہد صحابہ اور عہد اسلاف میں بڑے پاکیزہ اور سادہ طریقہ سے عمل میں آتا رہا، آج کے بے غیرت خاندانوں اور نوجوانوں نے اسے نفع جوئی اور زرطلبی کا ایک کاروبار سمجھ لیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس صورت حال کا علاج کیا ہے؟ اور اس سلسلے میں عوام و خواص کی ذمہ داریاں کیا ہیں-؟

جہیز کی حرص کیوں؟

ہمیں اس سلسلہ میں پہلے یہ غور کرنا ہوگا کہ جہیز کی کمی کی وجہ سے عورتوں کو ستانے والے جوانوں اور خاندانوں میں یہ حریصانہ طبیعت اور ظالمانہ جرأت کیسے پیدا ہوئی اور اس کے اسباب و عوامل کیا ہیں؟

جواباً مختصر لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ حریصانہ طبیعت حبِ دنیا کی پیداوار ہے اور ظالمانہ جرأت دین سے دوری کا نتیجہ ہے بلکہ جارحانہ حد تک حبِ دنیا بھی دین سے دوری اور ا اصول و مقصد سے بے تعلقی ہی کا شاخسانہ ہے۔

اس لئے کہ جو یہ جانتا ہو کہ دینِ اسلام اور ہ قانون اسی کی اجازت دے سکتا ہے کہ آدمی اپنی کوشش و مح جتنا چاہے مال کمائے، مگر دوسرے کے مال کی طمع اور ا بنانے کی حرص یقیناً مذموم اور گھٹیا طبیعت ہی کی پیداوار ہ طبیعت سے پاک ہو وہ کبھی بھی بیوی کے مال و دولت کا نہیں ہوسکتا۔

جہیز کا مالک کون!

اور اسلامی نقطہ نظر سے تو جہیز کا سارا سامان شوہر کے گھر لائے تمام تر بیوی ہی کی ملکیت ہے۔ اس پر فرض ہو تو اس کی ادائیگی بیوی ہی کی ذمہ داری ہے ا استعمال کوئی دوسرا اگر کرنا بھی چاہے تو یہ بیوی کی رضا م اجازت ہی پر منحصر ہے۔

لیکن اس کے برخلاف جن خاندانوں اور جوا یہ عقیدہ جڑ پکڑ چکا ہو کہ دلہن کا سارا مال ہماری ملکیت اسے جیسے چاہیں استعمال کریں، اس سے ان لوگوں کی دی کے مسائل و مقاصد سے دوری بالکل روشن وعیاں ہے۔

بیوی کا خرچ شوہر پر:

پھر سنت رسول اور احکام اسلام کی رو سے نکاح کے بعد مہر اور نان ونفقہ اور سکونت کے سارے معاملات و مصارف شوہر کے سر عائد ہوتے ہیں۔ بیوی کے اوپر قطعاً یہ کوئی واجب یا فرض یا سنت نہیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ مال و دولت شوہر اور اس کے خاندان والوں کے حصہ میں لائے اور وہ بھی اپنی کمائی سے نہیں، اپنے ماں باپ اور اپنے خاندان و اقارب کی محنت اور پسینہ کی گاڑھی کمائی سے۔ لڑکی کے والدین پر بھی صرف یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ مناسب لڑکے سے اس کا عقد کریں۔ یہ ان کی ذمہ داری ہرگز نہیں کہ اس لڑکے کو مال و دولت سے بھی سرفراز کریں یا اپنی لڑکی کو ہی زیادہ سے زیادہ سامان سے نوازیں۔ بلکہ عقد نکاح تو وہ عمل ہے جس کی وجہ سے لڑکی کے ذاتی مصارف کی بھی ذمہ داری شوہر کے سر منتقل ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ عجب حرص وہوس ہے کہ آج کا نوجوان اور اس کا خاندان نکاح کے ذریعہ اپنی ضروریات اور اپنے مصارف کی ذمہ داری بھی نادار و ناتواں لڑکی کے سر پر ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس ظلم وستم اور جذبات وخیالات کے اندھے پن سے خدا کی پناہ!

قلتِ جہیز کی وجہ سے عورت پر ظلم:

میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جہیز کی کمی کے باعث جو خاندان اور نوجوان شاکی ہوتے ہیں اور اپنی بیجا توقعات پر پانی پھرتا دیکھ کر اس قدر غیظ وغضب میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ظلم وستم اور ننگی جارحیت پر اتر آتے ہیں وہ یا تو دین وشریعت کے مزاج اور اصول وقوانین ہی سے نابلد ہوتے ہیں، یا جانتے ہوئے بھی وہ احکام ربانی کی خلاف ورزی کے عادی ہوتے ہیں اور ان کی روزمرہ کی زندگی میں بھی دین وشریعت سے انحراف نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

خصوصاً جہیز یا کسی بھی دنیاوی رنجش کی وجہ سے قتلِ مسلم تو ایسا ظالمانہ عمل ہے کہ اس کا مرتکب وہی شخص ہو سکتا ہے جس کی دینی روح موت کے قریب پہنچ چکی ہو۔ اس کے متعلق قرآن کریم نے صاف طور پر بتایا ہے کہ ''جو کسی بھی ایماندار کو قصداً قتل کرے اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں اسے ہمیشہ رہنا ہے'' (النساء ۴:۹۳)۔ ظاہر ہے کہ جو خوف آخرت سے خالی اور رب قہار کی ناراضی اور اس کے انتقام سے بے پرواہ ہو وہی اس طرح کی ظالمانہ جسارت کر سکتا ہے یہ ایک رخ ہوا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جہیز طلبی کی حریصانہ طبیعت اور نہ ملنے پر ظالمانہ جسارت کیسے پیدا ہوتی ہے؟

لیکن ایک رخ اور ہے جس سے یہ معلوم ہوگا کہ زیادہ جہیز لینے دینے کا عمل کیوں پروان چڑھ رہا ہے اور اس سلسلہ میں کوئی آہ وفغاں اور شور فریاد کارگر کیوں نہیں ہوتی۔

جہیز اور نام ونمود:

اس کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ جو اہل ثروت ہیں وہ اپنی دولت کے نام ونمود کی خاطر یا لڑکی اور داماد سے بے پناہ محبت کی نمائش کی خاطر بذات خود اور بلا مطالبہ اتنا جہیز دے ڈالتے ہیں کہ متوسط طبقہ کی ساری دولت و جائیداد کی مالیت لگائی جائے تو اس کے برابر نہ ہو۔ ان حضرات کا عمل دیکھ کر دوسرے بھی زیادہ سے زیادہ جہیز دینے کی فکر کرتے ہیں اور اسی کو عزت وعظمت خیال کرتے ہیں اور نہ دینے پر اپنی بے عزتی وحقارت محسوس کرتے ہیں یہاں تک کہ دیکھا گیا ہے کہ بہت سے دیندار اور خلوص کار لڑکوں اور خاندانوں نے زیادہ جہیز سے منع کیا پھر بھی لڑکی والوں نے اپنی بساط سے زیادہ ہی دے ڈالا۔ زیادہ دینے کا رواج دولت مند اور متوسط قسم کے اچھے خاصے دیندار اور پابند شرع لوگوں میں بھی

کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص بظاہر خوشحال نظر آتا ہو، لیکن حقیقت میں پریشان حال اور تنگدست ہو اس لئے اتنا جہیز نہ دے سکے جو معاشرہ میں اس کے برابر اور ہم پلہ شمار کئے جانے والوں نے دیا ہے تو اسے بخیل شمار کیا جاتا ہے اور لڑکی، داماد سے عدم محبت پر محمول کیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں لڑکی کو بہت سے اذیتوں اور مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب جہیز معزز گھرانوں کا علامتی نشان بن چکا ہو اور فخر و مباحات کے ساتھ اسے عملاً رواج مل رہا ہو، اس ماحول میں اگر یہ تحریک چلائی جائے کہ جہیز مانگنا بند کرو تو یہ کہاں تک کامیاب ہوسکتی ہے؟ اور نہ پانے والے کہاں تک صبر کر سکتے ہیں؟ خصوصاً جب کہ وہ دینی فکر و مزاج اور شرعی کردار و عمل سے بھی عاری ہوں۔

دولت مندوں کے لئے حسب حیثیت لاکھ دو لاکھ اور اس سے زیادہ کا جہیز دے دینا کوئی مسئلہ نہیں اور انہیں کے کردار سے یہ رسم بڑھی اور پھیلتی جارہی ہے۔ ان کے دامادوں کو دیکھ کر ہر نوجوان آرزو مند ہوتا ہے کہ مجھے بھی ایسی لڑکی ملے جو اپنے ساتھ اسی طرح وافر جہیز لائے اور جس کی یہ آرزو پوری نہیں ہوتی وہ اس حد تک بددل ہوتا ہے کہ لڑکی پر طعن و تشنیع سے لے کر ضرب و قتل تک پہنچ جاتا ہے۔

آخر علاج کیا ہے؟

ان حالات و اسباب کا جائزہ لینے کے بعد اب ان کے ازالہ و علاج پر غور کیجئے تو درج ذیل صورتوں کے بغیر اس لعنت کا ازالہ اور ظالمانہ و جارحانہ واقعات کا انسداد ناممکن ہے۔

(۱) معاشرہ میں دینی اسلامی روح پیدا کی جائے۔ اسلامی احکام کی اہمیت و عظمت دلوں میں اتاری جائے، آخرت کا خوف پیدا کیا جائے متاع دنیا کی حرص اور ثواب آخرت سے بے پروائی دور کی جائے۔ اس بات کو دل و دماغ میں راسخ کیا جائے کہ مومن کی سرخروئی اور کامیابی اسی میں ہے کہ خدا کی قائم کی ہوئی حدود کے اندر رہ کر جائز و بہتر طور پر اپنی دنیا بھی خوشحال بنائے اور آخرت بھی سنوارے، ناانصافی اور ظلم و ستم سے بہر حال پرہیز کرے۔ ورنہ اس کا انجام بڑا ہی بھیانک اور خطرناک ہے منتقم حقیقی کی سزا سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔

(۲) یہ ذہن نشین کرایا جائے کہ نکاح ایک پاکیزہ رشتہ ہے جو انسان کو انسان کی حفاظت و بقاء اور انسان کے فطری جذبات کی مناسب تحدید کے لئے وضع ہوا ہے۔ اس رشتہ کے بعد دو خاندانوں میں قرابت و محبت اور اتحاد و یگانگت بھی برپا ہوتی ہے اور مرد و زن پر بہت سی ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ لیکن مصارف و اخراجات کی ساری ذمہ داری شریعت نے مرد کے سر رکھی ہے اور عورت قطعاً اس کی پابند نہیں کہ شوہر کو اپنی یا اپنی ماں باپ کی دولت سے کچھ اندوز کرے۔

(۳) دلوں میں مردانہ غیرت و حمیت پیدا کی جائے اور بتایا جائے کہ مرد کی عزت اور وقار کا تقاضا یہی ہے کہ مرد خود اپنی کمائی، اپنی محنت اور اپنی دولت پر بھروسہ کرے۔ بیوی یا اس کے ماں باپ اہل خاندان کی کمائی اور دولت پر حریصانہ نظر رکھنا گھٹیا طبیعت کا غماز ہے۔ جس سے ہر شریف اور باغیرت فرد اور خاندان کو بہر حال دور ہونا چاہیے۔

(۴) یہ باتیں لوگوں تک پہنچانے کے [illegible] جائیں۔ [illegible] منعقد کئے جائیں، نجی مجلسوں اور ہوٹلوں میں بھی ان خیالات کو عام کیا جائے، کمیٹیوں کے ذریعہ ان احکام و افکار کو گھر گھر پہنچا دیا جائے

(۵) عملی طور پر شادی بیاہ کے مواقع پر خصوصاً دولت مندوں کو سمجھایا جائے کہ خدا نے آپ کو دولت دی ہے، آپ اپنی بیٹی داماد کو جو چاہے دے سکتے ہیں لیکن اس کا بھی خیال کریں کہ اس سے غریبوں کی دل شکنی نہ ہو۔ آپ کو معلوم ہے کہ غریب خاندانوں کی لڑکیاں اس رسم جہیز کی وجہ سے بیٹھی رہ جاتی ہیں اور اور ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا جس کا نتیجہ معاشرہ میں آوارگی اور بے حیائی کی صورت میں بھی نمودار ہوسکتا ہے۔ آپ کو دینا ہی ہے تو بعد میں کبھی خفیہ طور پر دے لیں لیکن خدارا اپنے جہیز اور دولت کی نمائش کر کے تنگدست لڑکیوں کی زندگی اجیرن نہ بنائیں۔

ایسی انجمنیں بنائی جائیں جو سماج کے سربرآوردہ، ذی ثروت، دردمند صاحب کردار اور مخلص افراد پر مشتمل ہوں۔ یہ حضرات جہیز میں دیئے جانے والے سامانوں کی مناسب حد بندی کریں اور سب سے پہلے خود اس پر کاربند ہوں۔ پھر دوسروں کو اس کا پابند بنائیں۔

(۶) نوجوانوں کو بہرحال یہ یقین دلایا جائے کہ دولت خدا کا ایک عطیہ اور اس کا خاص انعام ہے جو ہر شخص کے حصے میں آنا ضروری نہیں۔ تم اگر اپنی محنت اور اپنے خاندان کی کمائی سے دولت کے مالک بن سکے تو یہ دولت تمہارے لئے راحت وعزت کا باعث ہوسکتی ہے۔ لیکن ظلم وستم کے طریقوں اور ناجائز راستوں کو اپنا کر یا بھیک کی طرح جہیز مانگ کر مال واسباب جمع کرنا کوئی شریفانہ طریقہ نہیں۔ تمہاری عظمت اور تمہارا وقار اس میں ہے کہ تم کسی دکھی اور غریب وپریشان حال کے لئے ایک باعزت زندگی کا سہارا بنو اور اسے اپنی زوجیت میں لاکر اس کا دکھ درد اور اس کا رنج والم دور کرو اور اللہ مالک ورازق پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی صلاحیت اور اپنے قوت بازو کے بل بوتے پر رزق حلال کی سعی وکاوش کرو نہ یہ کہ وہ خود اپنے جہیز سے تمہاری محتاجی وغربت کا علاج کرے۔ جہیز اگر بہت زیادہ ہو تو بھی پوری زندگی اور اس کے اخراجات وضروریات کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ بہرحال ایک وقت تمہیں اپنی اور اپنی نسل کی کفالت کے لئے خود محنت کرنی ہوگی کیوں نہ آج ہی تم سسرال کی بجائے اپنے بازو کی قوت اور اپنے مولیٰ کی عنایت پر بھروسہ کرو۔ قناعت ہی اصل مالداری ہے۔ آدمی کو جو مل جائے اور اس کی محنت سے جو برآمد ہوا اگر اس پر اس نے قناعت نہ کی تو مزید پر مزید کی حرص ہمیشہ اسے دل کے اعتبار سے فقیر ومحتاج ہی رکھے گا۔ ''ھل من مزید'' کی ہوس اسے تمام زندگی چین وسکون سے محروم رکھے گی، خدا تمہیں غنائے قلب سے نوازے اور طمع دنیا سے بچائے

مذکورہ بالا تجاویز کا حاصل یہ ہے کہ فکر ومزاج میں تبدیلی لائی جائے۔ تصورات وخیالات، معاملات و عادات کو اسلامی و ایمانی رنگ میں ڈھالا جائے اور دولت مند طبقہ نادار وکمزور طبقہ کے دکھ درد اور اس کے مصائب و مشکلات کا سچے دل سے احساس کرے جبھی جہیز میں افراط وغلو کی لعنت اور اس سے پیدا ہونے والے مفاسد کا سدباب ہوسکتا ہے اور ان دونوں باتوں کو بروئے کار لانے کے لئے شہر شہر، گاؤں گاؤں محلہ محلہ ایسی تنظیموں کا وجود ضروری ہے جو سماج میں مؤثر اور مخلص و دردمند افراد پر مشتمل ہونے کے ساتھ سرگرم عمل بھی ہوں۔ اگر یہ تنظیمیں قائم ہوکر دلچسپی و سرگرمی اور اخلاص و دل سوزی کے ساتھ برائیوں کے خلاف برسرپیکار ہیں تو ان کے ذریعہ دوسرے بھی بہت سے اصلاحی وفلاحی کام انجام پاسکتے ہیں۔

☆☆☆

طلباء کا معارف

اسلامی نظام تعلیم کی تشکیل کیسے ممکن!

علامہ نور محمد چشتی (رجانہ)

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے صاحبِ کتاب نہیں

جس دین کی ابتدائی وحی کا پہلا لفظ اقراء ہو اس دین کے نزدیک علم کی اہمیت و افادیت، محتاجِ بیاں نہیں۔ دینِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات اور مستقل نظامِ زندگی ہے۔ اسلام کی نامکمل عمارت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والے خدا تعالیٰ کے آخری رسول سید الانبیاء علیہ صلی اللہ کا ارشادِ گرامی ہے:

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے''

اسلام، ترویجِ علم کو عبادتِ اولیٰ قرار دیتے ہوئے اسے نفلی صوم و صلوٰۃ سے افضل قرار دیتا ہے علم و عمل کی دوئی اسلام میں سخت ناپسندیدہ چیز ہے۔ مسلمان کی علمی روایت میں حکمت و دانائی کی تحصیل اور وسیع البنیاد علم کا حصول ایک مرکزی مقصد رہا ہے۔ علم کی جستجو میں مارے مارے پھرنا مسلمان طالبانِ علم کا شیوہ رہا ہے۔ تشنگانِ علم سے معاوضہ وصول کرنا مسلمانوں کی پوری تاریخ میں ناپید ہے۔ علم کے روشن چراغوں کو ان کی ضروریاتِ زندگی سے بے فکر رکھنے کا فریضہ مسلمانوں کے اجتماعی نظام نے ہمیشہ پورا کیا ہے۔ مسلمانانِ عالم کی علمی تاریخ میں کسی بھی شعبے کا ماہر علم دین سے بے بہرہ نظر نہیں آتا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم و تحقیق اسلام کی قوت اور دبدبے کے لئے ہمیشہ اہم حیثیت کی حامل رہی ہے۔

اسلام کا منہاجِ تعلیم و تربیت نہ ٹیچر سنٹرڈ رہا ہے اور نہ اسٹوڈنٹ سنٹرڈ، بلکہ اس کا مرکز و محور ایسے انسان کی تیاری رہا ہے جو حسنہ فی الدنیا اور حسنہ فی الآخرہ کے مقصد کی تکمیل پر قادر ہو۔

اسلامی نظامِ حیات اور تاریخی تناظر میں مسلمانوں کی تعلیمی روایت سے نظامِ تعلیم کے لئے جو رہبر خطوط ابھرتے ہیں، امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اور دیگر اکابرین امت کے تعلیمی افکار کی روشنی میں ان کا اجمالی نقشہ کچھ اس طرح ہے۔

۱- طلبِ علم کے ضمن میں فرضِ عین کی حد تک سب شہریوں کے لئے بلا امتیاز یکساں اور مفت تعلیم اور اس مقصد کے لئے مسجد کو مرکزِ تعلیم و تربیت بنانے کا اہتمام۔

۲- فرضِ کفایہ کے احاطہ میں آنے والی تعلیم میں سب کے لئے مساویانہ اور عادلانہ مواقع کی فراہمی۔

۳- تعلیم کے اہتمام اور فراہمی میں طبقاتیت کی مکمل نفی۔

۴- احترامِ معلم و متعلم کا پاس و لحاظ۔

۵- استاد کی مرکزی اور محوری حیثیت تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ بہترین مردانِ کار کی بطور اساتذہ فراہمی اور تعیناتی۔

۶- اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اسلامی کردار کی تشکیل پر زور۔

۷- نوجوانوں میں علمی، قلمی، لسانی اور اسلامی جہاد کی صلاحیت اور روح پھونکنے کے لئے موزوں تربیت کا اہتمام۔

۸- تعلیمی ادارے کو معاشرتی مرکز مانتے ہوئے اس کے ماحول کی اس طرح تشکیل کہ وہ مثالی اسلامی ماحول کا عکاس اور آئینہ دار ہو۔

۹- نظامِ جائزہ و امتحان میں استاد کو براہِ راست بنیادی ذمہ داری دیتے ہوئے اسلامی نظامِ جزا و سزا کی عکاسی کا اہتمام۔

۱۰- طلبہ میں رزقِ حلال کمانے کی اہلیت پیدا کرنے کا اہتمام۔

۱۱- اسلام اور مسلمانوں کو مادّی قوت فراہم کرنے کے لئے سائنس اور ٹیکنالوجی پر خصوصی توجہ۔

۱۲- اعلیٰ سطح کے تعلیمی اداروں میں اجتہادی اور تحقیقی سرگرمیوں کی خصوصی سرپرستی۔

۱۳- تخصص کے ساتھ ساتھ وسیع البنیاد علوم کے ماہرین کی تعلیم و تربیت کا اہتمام۔

۱۴- علوم و فنون کی مادہ پرستانہ سیکولر بنیادوں سے ہٹ کر اسلام کے فلسفۂ علم کے مطابق تشکیلِ نو کے لئے خصوصی تحقیقی اداروں کا قیام۔

۱۵- تعلیم و تربیت کے شعبے میں غیر مسلم افراد کے تقرر پر مکمل پابندی۔

اب اس اجمال کی قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کے مطابق علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اب اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہر قسم کا پورے کا پورا علم حاصل کرنا فرض قرار دیا گیا ہے بلکہ مسلم ماہرین تعلیم (مثلاً امام احمد رضا، امام غزالی وغیرہ) نے اس ضمن میں علم کو دو درجوں میں تقسیم کیا ہے۔ علم کا پہلا درجہ وہ ہے جو ہر مسلمان کے لئے مؤمنانہ زندگی گزارنے کی خاطر اور کائنات خداوندی میں ایک نارمل انسان کی طرح فطرت اور ماحول سے ہم آہنگی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اسے جدید اصطلاح میں ''تعلیم سب کے لئے'' (Education for all) یا ''اساسی تعلیم'' (Basic Education) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ علم کی یہ سطح فرضِ عین کے زمرے میں آئے گی اور اس کے حصول میں کوتاہی فرض میں کوتاہی شمار ہوگی۔ اس کا انتظام اور مفت فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

علم کا دوسرا درجہ وہ ہے جس کا طلب کرنا سب مسلمانوں کے لئے لازمی نہیں ہے لیکن اجتماعی طور پر پورے معاشرے میں مطلوبہ تعداد میں ایسے افراد کا ہونا ضروری ہے جو اس علم کے زیور سے آراستہ ہوں تاکہ معاشرے کی ترقی، نشوونما اور روزمرہ کی سرگرمیوں کے لئے مناسب، تربیت یافتہ افراد کی خدمات میسر ہوسکیں اور معاشرے کو کسی بھی تیکنیکی اور تحقیقی خدمت کے لئے کسی اور معاشرے کا محتاج نہ ہونا پڑے۔ علم کا یہ درجہ فرضِ کفایہ کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ معاشرے کی اجتماعی ضرورت ہے اس کا

اہتمام بھی معاشرہ کی اجتماعی ذمہ داری کی صورت میں ادا کرے گا۔

اسلام کا عادلانہ نظام اس بات کا متقاضی ہے کہ تعلیم کے اہتمام اور فراہمی میں کسی طرح کا امتیاز اور طبقاتیت روا نہ رکھی جائے۔ طریقِ کار میں فرق ہوسکتا ہے لیکن یہ امر طے شدہ ہے کہ طالبِ علم سے تعلیمی خدمات کے عوض کوئی معاوضہ وصول نہیں کیا جائے گا۔ جہاں تعلیم کے حصول میں مالی مصارف کی بات آئے گی وہیں پر امیر اور غریب میں تفریق شروع ہوگی اور تجارتی ذہنیت ابھرے گی۔

استاد تعلیمی عمل کی جان ہے، جب تک اسے مرکزی اور محوری حیثیت نہیں دی جائے گی، جب تک اس منصب کے لئے گوہر تابدار کی تلاش نہیں کی جائے گی اور جب تک اسے گھٹیا سیاسی آلائشوں سے بلند نہیں کیا جائے گا، اسلامی نظامِ تعلیم و تربیت کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا۔ ہر قسم کی خرابیوں میں مبتلا نام نہاد عوامی نمائندوں کے کوٹوں اور وسیلوں سے ناجائز طور پر بھرتی ہونے والا نیم تعلیم یافتہ اور اخلاق سے عاری انسان جب استاد بنایا جائے گا تو اسلامی نظامِ تعلیم کا خواب کیسے دیکھا جاسکتا ہے؟ ضرورت اس بات کی ہے کہ کم از کم تعلیم کے شعبہ سے سیاسی عمل دخل ختم کیا جائے اور مربی و مزکی کردار کے اہل افراد کو ہی اس پیشے میں آنے کا موقع دیا جائے۔ نیز اسلامی نظامِ تعلیم و تدریس میں کسی بھی سطح پر غیر مسلم اساتذہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اسلام میں اسوۂ حسنہ ہی سیرت و کردار کا آئیڈیل ہے۔ لہٰذا طلبہ کے کردار کی تشکیل اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ہوگی۔ نیز تعلیمی اداروں کی سرگرمیوں اور مشاغل میں اور طلبہ کی عادات و اعمال کی تعمیر و تشکیل میں اسلامی اخلاق و کردار اور اسلامی تہذیب و ثقافت کا انجذاب ضروری ہے۔

تعلیمی عمل میں امتحان کی حیثیت جواب دہی کی ہے اور اسے اسی روح کے مطابق لینا چاہیے۔ اسلام میں جواب دہی کے سارے لوازم کا یہاں اطلاق ہوتا ہے۔ تعلیمی جائزہ میں استاد اور شاگرد کے درمیان کوئی اور ایجنسی حائل نہیں ہونی چاہیے اور یہ کام براہِ راست استاد کے بغیر کسی اور طریقے سے ممکن ہی نہیں ہے۔

ایک طویل عرصہ سے علم کی پیدائش اور تقسیم کاری کا کام مغرب کی بے خدا تہذیب نے سنبھال رکھا ہے۔ ان کی غیر متوازن اور اللہ کی رہنمائی سے عاری علم اور مادی سرگرمیوں نے نہ صرف ماحولی آلودگی پیدا کی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر غیر علمی آلودگی کو فروغ دیا ہے۔ جس سے علم و دانش کی مصفیٰ شکل، باطل نظریات کے گرد و غبار میں گم ہوکر رہ گئی ہے یہی وجہ ہے کہ دورِ حاضر کا علم انسانی مسائل کو حل کرنے کی بجائے ان کے اضافے کا باعث بن رہا ہے۔ نظامِ تعلیم کی اسلامی تشکیل اس وقت تک کامیاب نہیں ہوگی جب تک ہم علومِ حاضرہ کو مصفیٰ حالت میں دریافت نہیں کر لیتے۔ اس مقصد کے لئے ہمیں ایسے تحقیقی مراکز کا جال بچھانا ہوگا جو Islamisation of Knowledge کا کام کریں اور بے خدا تہذیب کی آلائشوں سے علم کو پاک و صاف کریں۔ بفضلہ تعالیٰ مملکت خداداد پاکستان خصوصاً پنجاب میں کچھ ایسے تعلیمی ادارے بھی معرضِ وجود میں آچکے ہیں جو اسلامی نظامِ تعلیم کے خدو خال کو حتی المقدور اپنانے میں کوشاں ہیں۔ خود غرضی، مفاد پرستی اور مادہ پرستی کے اس دور میں ایسے اداروں کا قیام انتہائی ناگزیر ہے تاکہ تعلیم و تدریس کے مقدس پیشے کی عزت و عظمت اجاگر ہو اور تعلیم کے نام پر لوٹ کھسوٹ کی حوصلہ شکنی ہو۔

ترتیب وپیشکش: سید وجاہت رسول قادری

بچو!

ہم مسلمان ہیں اور ہمارا دین اسلام ہے۔ اسلام کے معنی سلامتی اور امن کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی بھلائی کے لئے اس دین کو اتارا تا کہ لوگ اس کو قبول کر کے اس کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں۔ اسلام ہمیں بری باتوں سے منع کرتا ہے اور اچھی باتیں سکھاتا ہے۔ اسلام کی باتوں پر عمل کر کے انسان دنیا میں امن وسکون سے رہ سکتا ہے اور آخرت یعنی مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو جنت کے محل اور باغوں میں داخل فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تبلیغ (یعنی اس کی باتیں سمجھانے اور ان پر عمل کروانے) کیلئے ہر زمانے میں پیغمبر بھیجے۔ سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور سب سے آخر اور افضل محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے جو بندے مکمل طور پر اسلام کے اصولوں پر عمل کرتے ہیں وہ ایمان والے بندے کہلاتے ہیں۔

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہیے کہ وہ ہمیں ہمیشہ ایمان والے بندوں میں رکھے۔ آمین

ایمان:

ایمان والا بندہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ پیارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ تعلیم لے کر آئے اس کو ہم اپنی زبان اور دل سے ماننے کا اقرار کریں۔ اسلام کا پہلا اور دوسرا کلمہ پڑھ لینے سے ایک انسان اسلام میں داخل ہو کر ایمان والا بن جاتا ہے۔ وہ دو کلمے یہ ہیں:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ o

یعنی ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔''

یہ اسلام کا پہلا کلمہ ہے اس کو کلمۂ طیبہ (یعنی پاک کلمہ) بھی کہتے ہیں۔ اسلام کا دوسرا کلمہ ''کلمۂ شہادت'' ہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

''یعنی، میں گواہی دیتا ہوں (یا دیتی ہوں) کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اس بات کی بھی گواہی دیتا (یا دیتی) ہوں کہ بیشک محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔''

ان دو کلموں میں بتائی ہوئی باتوں کا دل سے سچا جاننا اور زبان سے اس کا پڑھنا ایمان والا یعنی مسلمان ہونے کے لئے واجب (ضروری) ہے۔ اس عمل کو دل سے تصدیق کرنا اور زبان

سے اقرار کرنا بھی کہتے ہیں۔ اس پر عمل کر لینے والا ''مؤمن'' کہلاتا ہے۔

ارکانِ ایمان:

عزیز بچو! بحیثیت مؤمن ہمارے لئے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ مکمل ایمان لانے کے لئے خصوصی باتیں کیا ہیں۔ ان خصوصی باتوں کو ارکانِ ایمان کہتے ہیں اور یہ چھ (۶) ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا،

(۲) اس کے فرشتوں پر ایمان لانا،

(۳) اس کی بھیجی ہوئی کتابوں پر ایمان لانا،

(۴) اس کے رسولوں پر ایمان لانا،

(۵) مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور روزِ آخرت پر ایمان لانا،

(۶) اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقدیر کے خیر و شر یعنی اس کی نازل کردہ اچھائی اور برائی پر ایمان لانا۔

پیارے بچو! اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے چند ضروری کلمے تعلیم فرمائے ہیں جنہیں ہر مسلمان کو زبانی یاد کر لینا چاہیے۔ جو کوئی ان کو صبح و شام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتا ہے، اس پر رحم فرماتا ہے، اس کو طرح طرح کی نعمتیں دیتا ہے اور ہر قسم کا خوف و ڈر اور غم اس کے دل سے نکال دیتا ہے۔ تمہارے فائدے کے لئے ہم یہاں انہیں تحریر کر رہے ہیں:

﴿۱﴾ کلمۂ طیبہ (پاک کلمہ):

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ○

یعنی ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔''

﴿۲﴾ کلمۂ شہادت (گواہی کا کلمہ)

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

''یعنی، میں گواہی دیتا ہوں (یا دیتی ہوں) کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اس بات کی بھی گواہی دیتا (یا دیتی) ہوں کہ بیشک محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں''

﴿۳﴾ کلمۂ تمجید (پاکی بیان کرنے والا کلمہ):

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ط وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ○

''یعنی، تمام پاکی اور تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں اور نہیں کوئی عبادت کے لائق سوائے اللہ تعالیٰ کے اور گناہ سے باز رہنے اور نیکی کی قوت اللہ ہی سے ہے جو بلند مرتبہ والا عظمت والا ہے''

﴿۴﴾ کلمۂ توحید (اللہ تعالیٰ کی یکتائی بیان کرنے والا کلمہ)

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ بِيَدِهِ الْخَيْرُ ط وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

''نہیں کوئی عبادت کے لائق سوائے اللہ کے، وہ یکتا

ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور وہی سب خوبیوں والا ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ وہی ہر خیر کا مالک ہے اور وہی ہر شئے پر قادر (یعنی قابو والا) ہے۔"

﴿۵﴾ ایمان مُجمل (اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اقرار اور تصدیق کا مختصر کلمہ)

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَآئِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ ○

"میں ایمان لایا (یا لائی) اللہ تعالیٰ پر اس کے تمام ناموں اور صفات کے ساتھ اور اس کے تمام احکامات کا میں نے زبان سے اقرار اور دل سے اسے تصدیق و قبول کیا۔"

﴿۶﴾ ایمان مفصل (یعنی ایمان کے اظہار و اقرار کا مفصل کلمہ):

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ○

"میں ایمان لایا (یا لائی) اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور یوم آخرت اور اس کی جانب سے مقرر کردہ ہر بھلائی اور برائی پر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر"

عزیز بچو! تم بھی یہ چھ مبارک کلمے یاد کرلو اور اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور بھروسہ کے ساتھ ساتھ ان کے بیان کردہ معنی کی دل سے تصدیق کرتے ہوئے صبح و شام انہیں پڑھتے رہا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تمام پریشانیوں، غم اور خوف سے نہ صرف محفوظ رکھے گا بلکہ اپنی رحمت و کرم سے تمہارے ساتھ تمہارے والدین کے علم، رزق اور صحت میں بھی برکتیں عطا کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اولاد کے ہر نیک عمل کا ثواب ان کے والدین کو بھی پہنچاتا ہے۔

(ماخوذ: از دروس اسلام)

دعائے مغفرت ورحمت

حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی علیہ الرحمہ (مدینہ)

قطب مدینہ، خلیفہ اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت، مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ کے جانشین، علامہ شاہ احمد نورانی کے خسر۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی علیہ الرحمۃ گزشتہ دنوں مدینہ منورہ میں انتقال فرماگئے۔ جنہیں جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت علامہ غلام آسی علیہ الرحمہ (دہلی)

سلسلہ رشیدیہ ابوالعلائیہ کے روحانی پیشوا، دارالعلوم امجدیہ کے بانی ومہتمم مفتی محمد ظفر علی نعمانی کے بہنوئی، علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی اور قاری صدر الشریعہ علامہ مفتی حکیم امجد علی الاعظمی رضویہ علیہ الرحمۃ کے برادر نسبتی حضرت علامہ غلام آسی پیا علیہ الرحمہ، دہلی (انڈیا) میں گزشتہ دنوں انتقال فرماگئے۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے زیر اہتمام ایک اجلاس ہوا جس میں مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی گئی اور اسے عالم اسلام اور بالخصوص حجاز مقدس و بھارت کے مسلمانوں کے لئے ایک عظیم سانحہ قرار دیا اللہ تعالیٰ مرحومین کے لواحقین کو اس سانحۂ عظیم پر صبر اور صبر پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

کتبِ نو

نئی کتب کے تعارف کی اشاعت کیلئے دو نسخے آنا لازمی ہیں

تبصرہ نگار: پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو*

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد حیات، علمی و ادبی خدمات

تحریر......ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی

(مقالۂ ڈاکٹریٹ، بہار یونیورسٹی، بھارت ۱۹۹۷ء)

نگران......پروفیسر فاروق احمد صدیقی

(شعبۂ اردو، بہار یونیورسٹی، بھارت)

صفحات......۹۲۸ (رنگین سرورق ٹائیٹل، حروف سازی عمدہ، گیٹ اپ دیدہ زیب آفسٹ پیپر، جلد پختہ)

ناشر......ضیاءالاسلام پبلیکیشنز، ضیاء منزل (شوگن مینشن) آف محمد بن قاسم روڈ، عیدگاہ، کراچی

ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی ابن علامہ مفتی مولانا شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ (۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء تا ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) کا شمار ان فضلاء میں ہوتا ہے جو اپنی قابل قدر تصانیف اور اپنے دینی و علمی کارناموں کی وجہ سے دور دور تک شہرت رکھتے ہیں۔ ان کے قدردان اور معتقدین، ہندوستان اور پاکستان ہی میں نہیں مشرق وسطیٰ کے ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں۔ جہاں مختلف موضوعات پر ان کی تصانیف شوق اور توجہ سے پڑھی جاتی ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد سو سے زائد ہے جن میں چالیس کتابوں کے ترجمے دوسری زبانوں میں شائع ہوکر مختلف ملکوں میں پھیل گئے ہیں۔ ان کے بزرگوں میں مولانا محمد مسعود شاہ علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۳۰۹ھ) نے مسجد فتحپوری دہلی میں ایک دینی مدرسہ اور دارالافتاء قائم کیا اور یہاں مسند رشد وہدایت بچھائی۔ وہ پینتیس سال تک درس وتدریس میں مصروف رہے اور مسند تبلیغ وارشاد پر فائز رہے۔ تیرہ (۱۳) کتابیں ان کی تصانیف سے محفوظ ہیں۔

''ڈاکٹر محمد مسعود احمد، حیات اور نثری خدمات'' عنوان ہے اس تحقیقی مقالے کا جو اعجاز انجم صاحب استاد مدرسۂ منظر اسلام بریلی نے بہار یونیورسٹی مظفر پور میں بطور مقالۂ علمیہ داخل کیا اور جس پر انہیں وہاں سے ۱۹۹۷ء میں ڈاکٹریٹ تفویض ہوئی۔

یہ علمی مقالہ بہار کے مشہور اسکالر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی پروفیسر شعبۂ اردو بہار یونیورسٹی کی نگرانی میں لکھا گیا جو اپنے علمی و ادبی کارناموں کی وجہ سے خاص شہرت رکھتے ہیں۔

زیرنظر مقالہ چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے خاندانی حالات درج کئے ہیں، دوسرے میں ایک دینی مفکر اور دانشور کی حیثیت سے ان کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں ان کی نثری نگارشات کو موضوع گفتگو بنایا گیا ہے اور چوتھے باب میں انہیں ایک صاحب طرز انشاء پرداز کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ باب پنجم ڈاکٹر صاحب کی دینی وعلمی وادبی خدمات کے لئے مخصوص ہے۔ اور باب ششم میں مقالہ نگار نے گزشتہ ابواب کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے اردو نثر نگاری میں ان کا مقام معین کرنے کی کوشش کی ہے۔ (باب ششم میں اولیات کو شامل کیا ہے اور باب ہفتم میں محاکمہ پیش کیا ہے یہ تبدیلی طباعت کے مرحلے پر کی گئی۔ بعد میں بہت سے اضافے کیئے گئے ہیں)۔ (ادارہ)

چراغ سے چراغ جلتے رہنا چاہیئے۔ جو قیمتی مواد اعجاز انجم صاحب نے محنت وجانفشانی سے ایک جگہ جمع کردیا ہے اور جن مصادر کی انہوں نے نشان دہی کردی ان سے فائدہ اٹھانا ان کے معاصرین کا کام ہے کہ وہ اس مواد سے فائدہ اٹھا کر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب جیسی مختلف الجہات شخصیت کے دوسرے علمی ودینی کارناموں کی طرف توجہ کریں اور انہیں منظر عام پر لائیں۔ ہزار بادۂ ناخوردہ در رگِ تاک است

دور و نزدیک سے

شیخ ذیشان احمد قادری

انیس عالم سیوانی الہندی (جامعہ صدام، بغداد الشریفہ)

محترم و مکرم رئیس التحریر، سلام رحمت! تقریباً ایک ماہ قبل حسب الحکم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی تصنیف قصیدہ تان رائعتان کا ایک نسخہ آپ کو بھیجا تھا امید ہے مل گیا ہوگا۔ آپ سے درخواست ہے کہ بغداد شریف میں مقیم پاک و ہند کے طلباء کے استفادہ کیلئے ماہنامہ ''معارف رضا'' ارسال فرمائیں۔ تمام احباب خصوصاً الشیخ ابو ساریہ عبداللہ النعیمی آپ حضرات کو سلام کہتے ہیں اور سب کیلئے دعا گو ہیں۔ بغداد شریف میں منعقدہ محفل کی رپورٹ پیش خدمت ہے۔

عراق کے سب سے بڑی مسجد جامع امام ابو حنیفہ (بغداد شریف) جس میں بیک وقت تقریباً پچاس ہزار افراد نماز ادا کر سکتے ہیں، جامع امام ابو حنیفہ ہی نہیں بلکہ اعظمیہ کا چپہ چپہ بندگانِ خدا سے بھرا ہوا تھا، وزراء، حکام، اعلیٰ افسران، علماء مشائخ بڑی تعداد میں جمع ہوئے، نماز عشاء اور تراویح امام و خطیب حضرت شیخ دکتور عبدالغفور القیسی کی اقتداء میں ادا کی گئی، تراویح کے بعد محفل وعظ و مدح سرائی کا اہتمام کیا گیا جس میں وزیر اوقاف حکومت عراق، سوڈانی و بنگلہ دیشی سفراء کے علاوہ جامعات و کالجز کے طلبہ نے شرکت کی۔ عراق کے اعلیٰ مرتبہ عالم فقیہ شافعی دکتور عبدالرزاق السعیدی نے خطاب کیا۔ دوسری بڑی محفل مسجد حضرۃ القادریہ سرکار غوث اعظم شیخ عبدالقادر الگیلانی کی مسجد میں ہوئی۔ یہاں بھی پوری رات درود و سلام اور نعت خوانی کا سلسلہ جاری رہا۔ پہلی بار برکاتی فاؤنڈیشن کراچی نے حضرۃ قادریہ میں ختم تراویح و شبینہ کا اہتمام کیا۔

سلیم اللہ جدران (منڈی بہاؤ الدین)

رانا دلشاد صاحب کا آرٹیکل "Imam Ahmad Raza's Concept of a Teacher" کتاب کی صورت میں شائع کرنے پر بھرپور مبارکباد قبول فرمائیں۔ اس کتابچہ پر تبصرہ بھی ایک دوست لکھ کر بھجوائیں گے۔ ٹائیٹل نہایت خوبصورت، کاغذ عمدہ، سائز موزوں۔ امید ہے کہ اسے علمی حلقہ میں مقبولیت حاصل ہوگی۔ اس خوبصورت کتابچہ کی اشاعت پر آپ کی ساری ٹیم کو بھرپور خراج تحسین پیش خدمت ہے۔ ''منصب تعلیم'' امام احمد رضا کی روشنی میں'' پروفیسر انوار احمد زئی کا مضمون، سہ ماہی ''تعلیمی زاویے'' اکتوبر ۲۰۰۲ء پاکستان ایجوکیشنل فاؤنڈیشن، اسلام آباد کے تازہ شمارہ میں شائع ہو چکا ہے۔ ماہنامہ ''نوائے اساتذہ'' لاہور نے حال ہی میں پنجاب یونیورسٹی، لاہور، شعبۂ تعلیم و تحقیق میں امام احمد رضا خاں پر لکھے جانے والے (سات) مقالہ جات کی مکمل فہرست شائع کی ہے۔ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں امام احمد رضا خاں اور علامہ اقبال کے تعلیمی نظریات کا تقابلی جائزہ کے مقالے کی رجسٹریشن ہو چکی ہے اور کام بھی جاری ہے۔ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۲ء سہ ماہی ''العلم'' کراچی میں مصطفیٰ علی بریلوی صاحب نے ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا مضمون ''امام احمد رضا خان کے تعلیمی نظریات'' شائع کر دیا ہے۔ آپ کی طرف سے لکھا گیا خط بھی اس میں شامل ہے۔

''ہر دل عزیز معارف رضا جنوری ۲۰۰۳ء نئی آرائش و زیبائش کے ساتھ''

ارباب علم و فن، حاملینِ فکر رضا کا زبردست خراج تحسین

میاں فضل احمد حبیبی، گجرات ☆ راجہ محمد طاہر رضوی، جہلم ☆ حافظ ساجد حسین قادری، سانگھڑ سندھ ☆ ''معارف رضا'' میں جنوری ۲۰۰۳ء کے شمارے سے مزید نکھار آرہا ہے۔ آپ کا رسالہ بڑا دلچسپ، معلوماتی ہوتا ہے۔ اس سال سے ''معارف رضا'' کے مضامین میں اضافہ ہوا ہے۔ عام مضامین کا معیار و مواد بہترین ہے مگر بالخصوص پڑوسیوں کے اقسام (حسن سلوک)، امام احمد رضا اور علوم طبیعیات اور کیمیا، کینیڈا میں اسلام کا فروغ، علامہ خوشتر مرحوم کے بارے میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا مضمون، تعلیم نسواں اور صحابیات، معارف حدیث، حافظ محمد علی قادری کا ''ہما'' اور بچوں کا معارف تو بہت ہی عمدہ ہے۔ صدام یونیورسٹی کے طلباء کی کاوش فکر رضا اور اہلسنت والجماعت کے لئے باعثِ رحمت ہیں۔ ادارے کی خدمات اور جملہ مساعی کے لئے بارگاہِ لم یزل (عزوجل) میں دعا گو ہیں۔

ماہانہ مشاعرۂ حمد و نعت

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، اسلام آباد

رپورٹ: حافظ نور احمد قادری

بحمد اللہ تعالیٰ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، انٹرنیشنل، اسلام آباد کی ماہانہ سرگرمیاں، حمد و نعت کے حوالے سے جاری ہیں۔ ''بزمِ حمد و نعت'' کے زیر اہتمام اکیسواں (۲۱) ماہانہ نعتیہ مشاعرہ حسب دستور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، اسلام آباد کے دفتر واقع ایف سکس. ون، اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ مشاعرہ کی صدارت معروف دانشور اور نعت گو شاعر علامہ بشیر حسین ناظم نے کی جبکہ اس کے مہمانِ خصوصی کی نشست پر معروف ادیب جناب رشید امین صاحب تشریف فرما تھے۔ اس موقع پر صدر محفل علامہ بشیر حسین ناظم نے اپنے مختصر خطاب میں نعت گوئی کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ نعت گوئی حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اپنی عقیدت اور محبت کا مظہر ہے۔ جس کے لئے نعتیہ محافل کا انعقاد موجودہ دور کی ایک انتہائی ضرورت ہے۔ اس مقدس محفلِ مشاعرہ میں جن مقتدر شعرائے کرام نے بارگاہِ رسالتمآب ﷺ میں اپنی عقیدت کے پھول بصورتِ نعت پیش کئے ان میں علامہ بشیر حسین ناظم، رشید امین، علامہ قمر رعینی، حسن زیدی، سید جاوید رضا، اسلم ساگر، اکبر حمزائی، بیدل جونپوری، اطہر ضیاء، کاشف عرفان اور حافظ نور احمد قادری شامل ہیں۔

چند منتخب اشعار ملاحظہ ہوں:

۱- علامہ بشیر حسین ناظم (صدر نشین)

ہو جس کے دل و روح میں توحید کی خوشبو
وہ چاکرِ محبوبِ حرم، بندۂ حُر ہے

۲- رشید امین (مہمان خصوصی)

خدا نے آپ کو رحمت بنا کے بھیجا ہے
حضور آپ ﷺ ہی دونوں جہاں کے سرور ہے

۳- حسن زیدی

شہر مدینہ، اکثر جانا، اچھا لگتا ہے
ہر موسم ہے وہاں سہانا، اچھا لگتا ہے

۴- اسلم ساگر

یہی قرآن میں موجود اِک محکم حوالہ ہے
حضوری آپ ﷺ کے در کی، گناہوں کا اِزالہ ہے

محفل کے اختتام پر وطنِ عزیز کی سلامتی اور استحکام کے لئے خصوصی دعا کی گئی۔

☆☆☆

پیغامِ رضا امتِ مسلمہ کے نام

فروغِ تعلیم اور امتِ مسلمہ کے کامیاب مستقبل کے لئے

امام احمد رضا کا دس نکاتی پروگرام

۱۔ عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔

۲۔ طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نخواہی گرویدہ ہوں۔

۳۔ مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں۔

۴۔ طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔

۵۔ ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و وعظاً و مناظرۃً اشاعت دین و مذہب کریں۔

۶۔ حمایت مذہب و رد بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

۷۔ تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کئے جائیں۔

۸۔ شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں۔ آپ سرکوبی اعداء کے لئے اپنی فوجیں میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

۹۔ جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

۱۰۔ آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں جو وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلاقیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔ حدیث کا ارشاد ہے کہ "آخر زمانے میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا" اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۱۲ صفحہ نمبر ۱۳۳)